مذہب اہلسنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان

حجۃ الاسلام

ماہنامہ

سنی آواز

ناگپور

چیف ایڈیٹر

مولانا سید محمد حسینی اشرفی مصباحی

Book - Post

Regd.No.144/w.s/997/88.

July-Augst. 2014. Rs.25/-

Hujjatul Islam Baname

Monthly

SUNNI AWAZ

Mohalla Ganja Khet, Old Bhandara Road, Nagpur - 440 018. Contact no.09561080392

Good News

Monthly SUNNI AWAZ Nagpur

Hindi Edition

بحمدہ تعالیٰ ماہنامہ "سنی آواز" ناگپور کو خالص خداوند قدوس کی خوشنودی اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کے لیے جاری کیا گیا تھا۔ جس نے اپنی اشاعت کے ۳۰ سال مکمل کر لیے ہے۔ ۳۰ سالہ (اردو ایڈیشن) کے کامیابی کے بعد اب (ہندی ایڈیشن) بھی آچکا ہے۔ خواہش مند حضرات آج ہی اپنی کاپی بک کروالیں۔

Monthly SUNNI AWAZ (Hindi Edition)
Old Bhandara Road, Ganjakhet,
Nagpur-440018. (M.s)
Mob. 09561080392.
mail@sunniawaz.com
www.sunniawaz.com

جولائی / اگست ۲۰۱۴

جلد نمبر: ۲۹ شمارہ: ۷ / ۸

مذہب اہلسنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان

ماہنامہ حجۃ الاسلام بنام

سنی آواز ناگپور

چیف ایڈیٹر

مولانا سید محمد حسینی اشرفی مصباحی

پرنٹر، پبلشر [illegible] کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ﷺ

مشمولات

www.sunniawaz.com

از: مولانا سید محمد حسینی، اشرفی مصباحی، چیف ایڈیٹر ''ماہنامہ سنی آواز'' ناگپور

اداریہ عالم اسلام صلح کلیت کی زد میں

گمراہوں اور بدمذہبوں کا ایک گروہ ہمیشہ غیر مذاہب کے صاحبانِ حکومت و دولت کے ہاتھوں کھلونا بن کر مسلمانوں کی قوتِ ایمانی کو کمزور کرنے اور انہیں جادہ حق سے ہٹانے کی سعی ناکام میں مصروف رہا۔

ہندوستان میں جب انگریز حکومت قائم تھی، گمراہوں و بدمذہبوں میں خود کو عالم و فاضل علامہ فلاں فلاں کہلا کر یا کسی دارالعلوم کا بانی یا اس سے منسلک ہو کر یا علماء کے نام کوئی جمعیۃ قائم کر کے اہل سنت کو مٹانے اور انہیں کمزور کرنے کی کوشش میں مصروف رہا جیسے دیوبندی وہابی، غیر مقلد وہابی نام نہاد اہل حدیث وغیرہ اور ایک گروپ صلح کلیت کی پالیسی اپنا کر اہل سنت کو مختلف خانوں میں منقسم کرنے کی کوشش میں مصروف رہا۔

صلح کلیت کیا چاھتی ھے:۔صلح کلیت ایک عجیب پنچ رنگی دھرم ہے۔ کہ وہ کوئی مستقل مذہب نہیں رکھتی اگر اس کو کسی سے عناد و دشمنی ہے تو صرف اہل سنت و جماعت سے۔ کوئی عالم دین بدمذہبوں کا رد و ابطال کرے تو صلح کلی بول پڑیگا ''کسی کی برائی کرنے اور بدگوئی کرنے سے کیا فائدہ ہم اپنی قبر میں جائیں گے وہ اپنی قبروں میں، کسی کو کیوں برا کہیں اس سے ملت کمزور ہوتی ہے مسلمانوں کے تمام فرقے باہم دیگر مل جل کر رہنا چاہئے۔ اگر ہم کسی کو برا نہ کہیں تو وہ ہم کو برا نہ کہے گا'' وغیرہ۔ اگر صلح کلیوں کے اس مکر و فریب کو مان لیں تو قرآن کی ان آیات کا کیا جواب ہوگا جو کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ اور منافقین کے رد و ابطال میں نازل ہوئی ہیں ان کیساتھ شدت اور غلظت اختیار کرنے کی قرآن نے تعلیم دی ہے۔ ''**یا یھا النبی جاھدالکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم**'' یعنی اے نبی جہاد کرو کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کفار و مشرکین و منافقین یعنی بظاہر کلمہ پڑھ کر ایمان کا اظہار کرنے والے اور نماز وروزہ وحج زکوٰۃ و جہاد کرنے والوں کے ساتھ سختی اختیار کرنے کی تعلیم دے رہا ہے۔

یہاں سختی سے مراد کفار و مشرکین و منافقین کے ساتھ تیر و تلوار لے کر قتل کرنا اور ڈنڈا لیکر انہیں پیٹنا مراد نہیں ہے بلکہ ان کے نظریات و خیالات اور باطل عقائد سے نفرت اور بیزاری، اپنے گھر والوں کو اس ماحول سے اور دوسرے مسلمانوں کو دور رکھنا کی کوشش کرنا اور انہیں ان سے محفوظ رکھنا ہے۔ کوئی مسلمان ان کے بظاہر کلمہ و نماز اور نیک اعمال سے فریفتہ ہو کر ان کی راہ نہ اختیار کرے اس سے بار بار ان کے عقائد باطلہ سے نفرت کا جذبہ پیدا کرایا جاتا ہے ورنہ یہ گمراہ یعنی نقل اصل میں ضم نہ ہو جائیں اس سے بہت بڑا خطرہ پیدا ہوگا آج یہی ہو رہا ہے صرف کلمہ گوئی کا سہارا لے کر سب کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ایک طرف تو علماء اہلسنت سے سخت نفرت پیدا کی جارہی ہے اور دوسری طرف کفار و مشرکین و ملحدین کے ساتھ مداہنت برتی جارہی ہے۔ کفار و مشرکین کے ساتھ مداہنت کا تو یہ عالم ہے کہ ان کی خوشامد اور چاپلوسی میں ہر وہ ناجائز و گھناؤنی حرکتیں کی جاتی ہیں جس سے غیرت و وقار اور اسلامی حمیت کو شرم آجائے۔ انہیں اپنے گھروں میں عزت کے ساتھ بلوایا جاتا ہے ان سے جلسوں میں تقریریں کراوائی جاتی ہیں، ان کو عزت و احترام سے نوازا جاتا ہے۔ بالخصوص اہل خانقاہ و درگاہ والوں نے کفار و مشرکین بے دین

وملحدوں کے استقبال اور ہار پھول پہنانا اپناوطرہ بنار کھا ہے اور یہی کام بعض اہلسنت کے مدارس نے بھی اختیار کرلیا ہے جیسے اشرفیہ مبارکپور وغیرہ۔

اسلام اور مسلمانوں کے لئے یہ کتنا نازک وقت ہے کہ ہرطرف اسلام اور مسلمانوں پر یلغار ہے کفار ومشرکین تو اپنی تمام تر طاقت وقوت صرف انہیں کمزور کرنے اور مسلک اہلسنت جوصرف مسلک اعلیٰ حضرت کے نام سے جانا جاتا ہے اس کو فنا کرنے کے لئے خرچ کررہے ہیں۔ ہر چہار جانب دیکھئے صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کے لئے جینا دوبھر ہے۔صلح کلیوں اور نیچریوں نے سب سے پہلے کفار ومشرکین اور عقائد باطلہ رکھنے والوں سے نفرت وبے زاری کوختم کرنے کی کوشش کی صرف کلمہ گوئی کو مدارِنجات ٹھہرایا۔ بظاہر ہرکلمہ پڑھنے والے بدمذہبوں اور بدینوں پر ان کی بدمذہبی کفرالحاد کی وجہ سے بحکم شریعت ناری ہونے کے حکم کو رواداری اور دین داری کے خلاف ٹھہرایا۔مسلمان کہلاکر کفریات بکنے والے کو علماء اہلسنت نے بحکم شریعت مطہرہ منافق، کافروزندیق ہونے کا حکم لگایا تو اسے خلق نبوی کے خلاف بتایا اوران علماء اہلسنت کے لئے گالیوں کی طومار لگادی اور سلف صالحین کو معیوب ٹھہرایا گیا۔اس فرقے کے ردوابطال کی سخت ضرورت ہے تاکہ ہمارا مسلک آئندہ خلط ملط نہ ہوجائے۔

صلح کلی الحاد سب سے پہلے کفار ومشرکین،اہل بدعت وہویٰ سے وداد ومحبت کی تعلیم دیتا ہے،اسی کا نام رواداری رکھا ہے۔ان سب سے وداد ومحبت ان سے اخوت وبھائی چارگی اور رشتے ناطے سب توڑلیں۔یہی ایمان کی علامت ہے۔ان سے میل برتاؤ سے باز رہنا چاہئے۔اسکے خلاف صلح کلی اور نیچری رواداری کرتے ہیں۔اسی کے بارے میں حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،فتاویٰ مصطفویہ کتاب الایمان مسئلہ ۳۵ میں ایک سوال جوذیل میں ہے اسکے جواب میں فرماتے ہیں۔مسئولہ مولوی عزیز احمد خاں وکیل،محلّہ قلعہ بریلی۔

> کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس کے متعلق کہ ایک جلوس راج گدی کا اہل ہنود نکالنا چاہتے ہیں۔جس میں جس میں ہنود اوتارون کی صورت میں انسان بٹھائے جاتے ہیں۔اور مجمع عام اہل ہنود کا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔مسلمانوں سے اصرار کیا جاتا ہے کہ وہ بحالی امن اور رشتہ اتحاد مضبوط کرنے کے لئے اس جلوس میں چلیں، اگر مسلمان جلوس کے ساتھ چلتے ہیں تو لازمی طور پراس سے راج گدی کے جلوس کی زینت اورشہرت میں اضافہ ہوتا ہے کہ اس حالت میں مسلمان بلا ارتکاب گناہ کیئے ہوئے،اس جلوس کی معیت مین چل سکتے ہیں یا نہیں اور اگر نہیں چل سکتے تو گناہ جوان سے سرزد ہوگا وہ کس درجہ کا ہوگا۔'بَیِّنُوا وَتُوجَرُوا'

الجواب

اسکے حرام حرام اشد حرام ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ کفار کے ایسے کاموں کے محض تماشہ کے لئے وہاں چلنا تو حرام ہے نہ کہ رشتہ اتحاد قائم کرنے کے لئے کفار سے رشتۂ اتحاد کفار ہی کا کام ہے مسلمان کا کسی کافر سے رشتۂ اتحاد قائم نہیں ہوسکتا اس کا مضبوط کرنا کیسا جو لوگ اس نیت سے شریک ہوئے وہ ضرور کفار سے متحد ہوگئے۔ اسلام سے جدا۔ ایسے امور کی تعظیم سے تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم، چاہے یہ تعظیم خود کی ہو یا حکماً آج کسی حاکم کا حکم اس لئے مان لیا گیا اور اسے حکم کفر سے بچاؤ کی ڈھال سمجھ لیا تو کل بتوں کو سجدے کا بھی حکم ہوگا اور بے خبر لوگ جب بھی تعمیل سجدہ کریں گے اور اسے حکم کفر سے بچاو کی ڈھال سمجھیں گے یہی لوگ ہیں جنھوں نے ایسی ایسی کمزوریاں نمایاں کر کے اسلام کو نظر کفار میں معاذ اللہ ذلیل کیا ہے (جیسے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اپنے مکتوبات جلد دوم مکتوب ر۱۵ میں فرمایا کہ مداہنت سے کفار میں اور مرتدوں اور بدمذہبوں میں جرأت بڑھ جاتی ہے۔) کل کافران سے یہی چاہیں گے کہ امن اور رشتۂ اتحاد کو مضبوط کرنے کے لئے ہمارے ساتھ ان کفروں میں ہماری موافقت کرو ہمارے ساتھ بتوں کو سجدہ کرو مہادیو کے آگے ڈنڈوت بجالاؤ وغیرہ وغیرہ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو امن نہ رہیگا مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جائیں گے یہ ہوگا وہ ہوگا تو یہ کافروں سے رشتۂ اتحاد کرنے والے اسلام کو کافروں کے آگے معاذ اللہ ذلیل ورسوا ٹھہرانے والے وہ سب کچھ کریں گے (انھیں مکاریوں سے وہابی، نیچری وغیرہ امن کمیٹیاں قائم کرتے ہیں اور ان میں صلح کلی الحاد کی اشاعت کرتے ہیں اور عیدین میں مشرکوں کو دعوت دیتے ہیں، اور بزرگوں کے اعراس میں جلسے کے نام پر بدعقیدہ وبدمذہبوں کو بلا کر تقریریں کرواتے ہیں) فقیر یہاں ایک عبارت شرح فقۂ اکبر سے پیش کرتا ہے **"مَن خَرَجَ اِلَی السدۃ اِی مجتمع اھل الکفر فی یومِ النیرو کفر لاَنَّ فیہ اعلان الکفر و کانہ اعانھم علیہ "**۔ جس نے سدہ کی طرف یعنی اہل کفر کے اجتماع میں نیروز کے دن نکلا وہ کافر ہوا کیونکہ اس میں کفر کا اعلان ہے گویا کہ اسپر ان کی اعانت کی۔ محض تماشا کی حیثیت سے جانے کا یہ حکم ہے۔ کفری جلوس کی پیشوائی اور کافروں سے اتحاد وسگائی پر خدائے جبار وقہار کی کس قدر اشد ترین لعنت ہوگی۔ ایسوں کو فوراً تجدید ایمان وتجدید نکاح وتجدید حج جبکہ بیوی رکھتے ہوں حج کر چکے ہوں لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس مبارک فتوے سے ثابت ہوا کہ 'صلح کلی الحاذ' سے بچنے کے لئے نیچریت اور اسکے سیکولرزم سے بچنا ہر سنی مسلمان پر فرض عین ہے۔ صلح کلیت اور نیچریت ہی سے مسلمان مرتدوں بدمذہبوں سے اپنے مقام میں انہیں بلانے یا ان کے مقام میں جا کر بیٹھنے کی ممانعت بیان کی گئی ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ کفار ومشرکین کی دنیاوی منزلت پر فریفتہ ہو کر مسلمانوں کو بالخصوص علماء کو صلح کلی الحاد سے بچنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔ **"لَایَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَروا فِی البلاد"** (سورۂ نساء رکوع ۲۰) یعنی اے سننے والے کافروں کا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا تجھے دھوکہ نہ دے (کنز الایمان)۔ اس دھوکہ سے مراد وہابی، نیچری، صلح کلی وغیرہ اختیار کرتے ہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند کے بیان کردہ حکم شرع کے خلاف کوئی اہلسنت کا نام لے کر علماء میں کوئی مداہنت اختیار کر سکے گا؟

اشرفیہ مبارکپور صلح کلی الحاد کی طرف

پچھلے سال بنگلور میں ''جلسہ یوم حسین'' کے نام پر شیعوں نے ایک جلسہ منعقد کروایا جس میں وہابی، شیعہ، ہندو، نیچری مقررین شریک تھے اس خاص طور پر مقرر خصوصی کے طور پر دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کے نائب صدر مولوی محمد ادریس بستوی بھی شریک تھے اس میں جگت گروشنکر آچاریہ اور اودھوکش مہاراج اور سکریڑی گرودوارہ بنگلور، پروفیسر بھاٹیہ سنگھ، شیعہ فرقے کا مشہور عالم اور آصف شاہی مسجد لکھنو کا امام کلب جواد نقوی بھی شریک تھا۔ اسکے علاوہ بہت سارے صلح کلی نیچری شریک تھے۔ خاص طور پر دارالعلوم اشرفیہ کے نائب صدر مذکورہ شیعہ عالم کے ساتھ بیٹھ کر تقریر کر رہے تھے۔ صلح کلی یہی چاہتے ہیں کہ ملک میں ہم ایسی ہی فضا بنائیں کہ جس میں بلا تامل ہنود بھی شریک ہوں اور وہابی، دیوبندی، مودودی، شیعہ و غیر مقلد (سلفی) وغیرہ شریک ہوں ہم اس میں خوب کھل کھلائیں۔ اسکی ابتدا اشرفیہ مبارکپور والوں نے اور علماء کونسل ممبئ نے کر دیا ہے۔ اشرفیہ مبارکپور کا صلح کلی الحاد کی فضا بنانے میں گہرا دخل ہے اشرفیہ کے نائب صدر کی شرکت صاف گواہی دے رہی ہے کہ اشرفیہ سے وہ دینی تصلب جو حضور حافظ ملت کے دور اقتدار میں تھا اب اشرفیہ والوں نے اسکی دھجیاں اڑا دیں۔ اشرفیہ مبارکپور نے کھلی ہوئی الحادی پالیسی پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے۔ یہی حال ہندوستان کے ایک ایوان بالا کے سابق ممبر کا بھی ہے کہ اس مغلوب الغضب، متکبر و مغرور گفتار کے غازی نے اسلام وسنیت ومسلک اعلیٰ حضرت کو اپنے کردار وعمل سے ثابت کر دیا کہ میں اس زمانے میں ایک گفتار کا غازی، علماء کا گستاخ وبے ادب مغرور و متکبر ہوں اسکے خلاف میری آنے والی تحریروں کا مطالعہ کیجئے۔ اب اشرفیہ مبارکپور کا ماحول ایسے ہی صلح کلی الحاد کے زد میں آچکا ہے۔ ایسے اداروں سے ایسے بے ادب و گستاخ گفتار کے غازی، متکبر و مغرور، مغلوب الغضب سے بچنا ضروری ہے۔

صلح کلی الحاد کا رد آیات ربانی سے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''لَکُمْ دِینُکم وَلِی دِین ''یعنی تمھیں تمہارا دین اور مجھے میرا دین۔ اس آیت کریمہ کی شانِ نزول میں یہ آیا ہے کہ کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ایک سال ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اور ہم بھی آپ کے معبود اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا میں اپنے دین برحق پر ہی قائم رہونگا، جیسا کہ تم اپنے دین پر قائم ہو، اس آیت کریمہ میں صلح کلی الحاد کا رد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء رکوع ۱۲ میں ارشاد فرمایا (ترجمہ) اور ان میں کسی کو نہ دوست ٹھہراؤ نہ مدد گار۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام بد مذہبوں سے وداد و محبت انتہائی سخت جرم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ العمران رکوع ۳ میں ارشاد فرمایا (ترجمہ) مسلمان کافر کو دوست نہ بنالیں، مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کریگا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کسی کافر کے کفر میں (کھلے کفار اور کلمہ پڑھنے کے بعد مسلمان کہلانے والے مرتدین دونوں شامل ہیں)۔ پھر بد دینوں سے دوستی اور محبت کیا معنی رکھتی ہے اسکو اشرفیہ مبارکپور کے بعض علما خاص طور پر اختر ندوی اور ایوان بلا کا سابق ممبر نے نظر انداز کر کے کھلی ہوئی صلح کلیت اختیار کی نہ صرف صلح کلیت اختیار کی بلکہ جو مخلص احباب اور علماء صلح کلیت سے نفرت کرتے ہیں انکا مذاق اڑایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی سورۂ العمران رکوع ۱۲ میں ارشاد فرمایا (ترجمہ) اے ایمان والو غیروں کو (یعنی کھلے کفار اور مرتدوں کو) اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے، جتنی ایذا تمھیں پہنچے بیران کی باتوں سے جھلک اٹھا وہ جو سینوں میں چھپائے ہیں بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمھیں کھول کر سنادیں اگر تمھیں عقل ہو۔

ان صلح کلیوں کو اس آیت میں منافق کہا گیا ہے۔ صلح کلیوں کی صفت بالکل منافقوں سے ملتی ہے۔ اسی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کو اپنے فریب سے اور اتحاد کے نعرے سے وہ سخت ایذائیں پہنچاتے ہیں کہ ایک کھلا ہوا مشرک بھی ایذا نہیں پہنچا سکتا کھلا ہوا مشرک جان کا دشمن ہوتا ہے اور یہ ایمان کو نکال لیتے ہیں۔ پھر سورۃ مائدہ رکوع ۸ میں خداوند قدوس ارشاد فرماتا ہے (ترجمہ) ''اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ

آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے''۔اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کھلے ہوئے کفار ومشرکین یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست اور راز دار بنانے سے منع فرمایا لیکن یہ صلح کلی انھیں کو اپنا دوست اور راز دار قرار دیتے ہیں اگر کسی مسلمان کہلانے والے نے ایسا کیا تو وہ انھیں میں سے ہوگا۔پھر اللہ تبارک وتعالیٰ سورۂ توبہ رکوع ۳ میں ارشاد فرمایا ہے (ترجمہ) اے ایمان والو اپنے باپ اور بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کریگا تو وہی ظالموں میں سے ہے۔پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۂ مائدہ رکوع ۹ میں ارشاد فرمایا کہ ''اے ایمان والو جنھوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنالیا ہے اور جو تم پہلے کتاب دیئے گئے اور کافران میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ''۔مذکورہ آیات مقدسہ کے سننے اور سمجھنے کے بعد کون صلح کلی کہ جو کھلے ہوئے کفار ومشرکین اور بددین وملحدوں سے اپنی دوستی بنائے رکھنا چاہے گا۔

☆☆☆☆☆

مبارک باد

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

رب قدیر جل وعلی کی لاکھ حمد وثنا اور پیارے مصطفےٰ ﷺ پر کروڑوں درود وسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین صاحب قبلہ کا جواب استفتاء از صحافی عصر حضرت علامہ مولانا رحمت اللہ صدیقی صاحب قبلہ ایڈیٹر پیغام رضا ممبئی ان دونوں حضرات کا ہم تہہ دل سے شکر گزار ہیں کہ اہل سنت وجماعت کے درمیان اٹھتے فتنوں کا سد باب فرما کر عالم سنیت پر بڑا ہی احسان فرمایا ہم ان کے فتاوے جو کتاب بنام ''امتیاز اہل سنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت میں مرقوم ہیں'' کی بھر پور تائید کرتے ہیں کہ مسلک اعلیٰ حضرت ہی صحیح معنی میں مسلک اہل سنت وجماعت یعنی مسلک امام اعظم ابو حنیفہ ہے اس لفظ کا انتخاب نیا نہیں اور نہ ہی کسی بد مذہب کا دیا ہوا ہے بلکہ عرصہ دراز سے ہمارے اکابرین ہند وپاک اہل کچھوچھہ، بریلی، بدایونی علماء نے مسلک اعلیٰ حضرت کا انتخاب کیا ہے جیسا کہ مندرجہ بالا کتاب میں بھی مذکور ہے اسکی توہین وتضحیک کا مرتکب ومبتدی ہی بد مذہب ہے جسے آج کل کے لاعلم اپنوں نے ہی اپنالیا ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف اٹھتے فتنوں کو ختم کرنے یا اسکے جوابات فراہم کرنے میں کلیدی اقدام عرصہ دراز پہلے ناشر ومحافظ مسلک اعلیٰ حضرت استاذ الاساتذہ استاذنا الکریم حضرت علامہ سید محمد حسینی صاحب قبلہ دام فیوضکم علینا نے کیا اور کرتے آرہے ہیں صرف اقدام ہی نہیں بلکہ اپنا ذاتی سرمایہ صرف کرکے فی سبیل اللہ علماء، عقلا، روسا، اور دانشوروں تک اپنی کتاب بھیجتے آرہے ہیں۔

رب قدیر آپ حضرات اور معاونین کی عمروں میں خوب خوب برکتیں عطاء فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فقط والسلام: محمد جہانگیر رضا نوری

دار العلوم فیض الرضا، تالاپارہ، بلاسپور، چھتیس گڑھ۔

موبائل نمبر:09826461923

از۔حکیم الملت مفتی ناظر اشرف قادری بریلوی مدظلہ

چلتی ریل پر مجوزین کے لایعنی سوالات کے مدلل جوابات بنام

حرفِ آخر

امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہٗ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیے

مسئلہ۔از بشارت گنج مرسلہ فتح محمد صاحب ۱۲/ربیع الاخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا جہاز پر یا چلتی ریل گاڑی میں نماز کی بابت کیا حکم ہے ۔اگر سنت وفرض ونفل ادا کیے جاویں تو ہوتے ہیں یا نہیں ۔بینوا وتوجروا

الجواب۔فتاویٰ رضویہ ج ۲/ص ۱۹۶ چلتے جہاز خواہ لنگر کیئے ہوئے ہو اور کنارے سے میلوں دور ہو،اس پر نماز جائز ہے اور ناؤ اگر کنارے پر ٹھہری ہے اور جہاز کی طرح زمیں پر نہیں بلکہ پانی پر ہے۔اور یہ اتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہے تو ٹھہری ہوئی ناؤ میں بھی فرض اور وتر اور صبح کی سنتیں نہ ہوسکیں گے اور چلتی ہوئی میں بدرجۂ اولیٰ نہ ہونگے جیسے سیر دریا کے بجرے کنارے کنارے جاتے ہیں اور انھیں روکنکر زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر اتر کر کنارے پر نماز نہ پڑھ سکنا اپنی ذاتی معذوری سے ہے تو ہر نماز ہوجائے گی اور اگر کسی کی ممانعت کے سبب ہے تو پڑھ لے اور پھر پھیرے یہی حکم ریل کا ہے ٹھہری ہوئی ریل میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی میں سنتِ صبح کے سوا سب سنت ونفل جائز ہیں مگر فرض ووتر اور صبح کی سنتیں نہیں ہوسکتیں اہتمام کرے کہ ٹھہری میں پڑھے اگر نہ ٹھہرے اور دیکھے کہ وقت جاتا ہے پڑھ لے اور جب ٹھہرے پھر پھیر لے واللہ تعالیٰ اعلم

۷۸۶/۹۲

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم ۔ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ !

عبدالرحمٰن کے سوالات پر حرفِ آخر مجھے انٹرنیٹ پر ایک تحریر دیکھنے کو ملی جسکا عنوان ہے ۔"مولانا ناظر اشرف ناگپوری کا حیرت انگیز فتویٰ"اور آخر میں سائل کا نام ہے عبدالرحمٰن ہاشمی۔اسی کا جواب ہے عبدالرحمٰن کے سوالات پر حرفِ آخر۔اگر آپ حضرات انٹرنیٹ پر ان کے سوالات پڑھ چکے ہیں تو جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

چلتی ٹرین میں فرض وواجب اور ملحق بالواجب نماز کے ادا ہونے یا نہ ہونے کے سلسلے میں "دو موقف" امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہٗ کے زمانے سے ہے۔

ایک موقف اہل سنت وجماعت کا ہے جسکا خلاصہ یہ ہیکہ دورانِ سفر چلتی ٹرین میں اگر کسی فرض وواجب وملحق بالواجب نماز کا وقت جارہا ہو تو نماز پڑھ لیں اور بعد میں اسکا اعادہ کرلیں ۔(از فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۱۹۶/جسمیں انگریز کے کھانے وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جلد سوم ص ۴۴/بہار شریعت ح ۴،ص ۷۳/۶/نزہۃ القاری ج ۲،ص ۳۷۴،)

دوسرا موقف۔وہابیوں،دیوبندیوں کا ہے کہ چلتی ٹرین میں نماز پڑھنے سے فرض وواجب وملحق بالواجب بھی ادا ہوجائینگی اعادہ کی ضرورت نہیں (از تعلیم الاسلام ج ۴ کفایت اللہ دیوبندی۔فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۱۴۶/۱۵۰)

الف۔سائل مذکورہ بالا دونوں موقف میں سے کس موقف کا قائل ہے اور کس پر عامل ہے معلوم نہیں؟لیکن سائل نے اپنے سوال کی چوتھی سطر میں بحیثیت مفتی فیصلہ کن فتویٰ صادر فرمایا ہیکہ جس موقف کو بھی سنی حنفی مسلمان اختیار کرے تو اسمیں کوئی حرج نہیں۔

سائل ایک طرف سنی حنفی ہونے کا دعویدار ہے اس کے باوجود آزاد خیالی تو دیکھئے کہ انکو امام اہلسنت ،صدرالافاضل ،صدرالشریعہ،سیدنا مفتی اعظم عالم،ملک العلماء بہاری،شیر بیشہ اہلسنت ،برہان ملت ،مجاہد ملت،صدرالعلماء میرٹھی ،حافظ ملت ،محدث اعظم ہند، سیدالعلماء ، احسن

العلماء، مفتی اعظم کانپور مفتی رفاقت حسین اشرفی شمس العلماء جونپوری شارح بخاری وغیرہم جماہیر اکابر ومشائخ کے تفقہ فی الدین پر جزم کامل نہیں ہے تو مجھے یہ کہنے میں قطعی جھجک نہیں ہیکہ سائل یا تو دیوبندی مسلک کا حامی ہے، یا پھر دیوبندی روش پر چلنے والے چند نام نہاد سنی مفتیوں کے فتویٰ کا قائل ہے، جسکا مفاد و ماحصل دیوبندی مسلک ہے۔

''ب'' سائل صاحب کا مذکورہ فتویٰ دینے سے ظاہر ہیکہ سائل شرع مطہر کی باریکیوں سے ناواقف اور شریعت مطہرہ پر جری وبے باک ہے۔

''ج'' سائل نے سنی حنفی مسلمان سے اہلسنت مراد لیا ہے جیسا کہ پہلی سطر میں موجود ہے اور دیوبندی وغیرہ بھی اپنے آپ کو اہلسنت کہتے ہیں۔ اسکی وضاحت نہیں ہیکہ اس سے مسلک حق وصداقت۔ جو ماانا علیہ واصحابی'' کا مرادف ہے، جو فقہ حنفی کی روشنی میں مسلک اعلیٰ حضرت کا آئینہ دار ہے۔ وہی مراد ہے۔

''د'' پہلی سطر میں ہیکہ اس وقت علماء ومفتیان اہلسنت کے دو موقف ہیں اور دوسرا موقف وہی ہے جسکو دیوبندی مسلک کا موقف کہتے ہیں۔ اسی کو مولانا نظام الدین نے پیش کیا تھا جنکے دلائل کے تار وپود بکھیر دیئے گئے کیونکہ ان کے دلائل کا ضعاف تار عنکبوت سے بھی کمزور تھا، اب حق واضح ہوجانے کے بعد ان پر اور ان کے متبعین پر توبہ ورجوع الی الحق لازم ہے ورنہ فتاویٰ رضویہ جلد ۳ص ۲۷۰/ پر درج شدہ فتویٰ کہ وہ سب لائق امامت نہیں ان حضرات پر نافذ رہے گا۔

''ہ'' سائل کو اہلسنت وجماعت کا مجمع علیہ حکم سمجھ میں نہیں آیا تو محلّہ کریلی آلہ آباد سے تین چار کلومیٹر دور انجمن جامعہ حبیبیہ کے توسط سے مہندی پیلیس میں منعقدہ سیمینار بتاریخ ۱۶/۱۷/ اپریل ۲۰۱۴ء کو سیمینار میں شرکت کی زحمت کیوں نہیں فرمائی اگر کسی عذر شرعی کیوجہ سے شرکت مانع رہی تو مجمع علیہ حکم کے تعلق سے جامعہ حبیبیہ یا دارالعلوم غریب نواز کے مفتیوں کی بارگاہوں میں پہونچ کر حکم مسئلہ معلوم کرنے میں شرم کیوں آرہی ہے، کیا سائل صاحب آپ کے نزدیک صرف جامعہ اشرفیہ کے نظام الدین صاحب ہی مفتی ہیں؟ اور ہندوستان میں ان کے علاوہ دوسرکوئی امفتی نہیں ع صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں؟

مختصر طور پر سماعت فرمایئے۔ صحیح مسلم شریف ج ا ص ۲۴۴ تا ۲۴۵/ پر باب جواز صلوٰۃ النافلۃ علیٰ الدابۃ فی السفر حیث توجھت'' کے تحت عشرۂ مبشرہ کی مقدار احادیث کریمہ ہیں اس پر امام یحییٰ بن شرف نواوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں کہ۔ فیہ دلیل علیٰ ان المکتوبۃ لا تجوز الیٰ غیر القبلۃ ولا علیٰ الدابۃ و ھذا مجمع علیہ۔ اوردابہ سے مراد صرف چوپایہ ہی نہیں بلکہ خشکی پر رینگنے والی ہر سواری مراد ہے۔ یعنی جتنی برّی سواریاں ہیں۔ ان سب پر مکتوبہ جائز نہیں۔ یہ اجمال ہے۔ تفصیل کتب متداولہ میں دیکھئے۔ اور ریل بھی برّی سواریوں کا ایک فرد ہے۔ لہذا اس پر بھی عدم جواز کا ہی حکم ہوگا۔ اور اس پر آئمہ اربعہ یعنی امام اعظم، امام شافعی، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کا اجماع ہے۔ اور ص ۲۴۵ پر حاشیہ کے سطر اول میں ہے۔ فانھا (ای السفینۃ) تصح فیھا الفریضۃ بالاجماع۔ اور یہاں سفینہ سے مراد صرف کشتی ہی نہیں بلکہ پانی پر تیرنے والی ہر سواری مراد ہے۔ یعنی جتنی بحری سواریاں ہیں، ان سب پر مکتوبہ جائز ہے۔ یہ اجمال ہے، تفصیل کتب متداولہ میں دیکھئے، یعنی اس پر بھی آئمہ اربعہ کا اجماع ہے۔ اب چاروں اماموں میں سے جو بھی جس امام کا مقلد ہوگا وہ اس پر قائم وعامل ہوگا۔ اور جو آزاد خیالی میں غیر مقلد کا ہمنوا ہوگا۔ وہ جو چاہے کرے اس سے ہمیں غرض نہیں، اور عصر حاضر میں بھی وہی علل واسباب موجود ہیں۔ تو حکم شرع۔ مجمع علیہ بھی محکم و مستحکم ہے۔ اگر مفتی نظام الدین مقلد نہ ہوتے تو ان سے توبہ کا مطالبہ بھی نہیں کیا جاتا نیکی کی طرف بلانے پر آپ چراغ پا ہو رہے ہیں۔ کہ توبۂ نصوحہ کا مطالبہ کیوں کیا گیا؟ استغفر اللہ من ذالک آپ کا یہ فرمانا کہ سنی حنفی علماء ومفتیان کرام کو کسی فروعی مسئلے میں یہ کہنا کہ وہ لائق امامت نہیں یہ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔

میری ماسبق تحریر سے آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے کہ یہ نو پید مسئلہ نہیں، بلکہ ریل کے مسئلے کا تعلق برّی سواریوں سے ہے۔اور برّی سواریوں پر خواہ وہ ریل ہو یا کچھ اور، قیامت تک یہ حکم مجمع علیہ رہے گا، اور اس کے خلاف جو کرے گا خرق اجماع کرنے والا کہا جائے گا، اور یہ قاعدہ بھی تا حیات ذہن میں محفوظ فرمالیجئے۔کہ مجتہدین کے مقابل مقلدین کا اختلاف شرعاً کوئی معنی نہیں رکھتا؟ ہاں اختلاف مجتہد ضرور رحمت ہے۔اور مجتہد سے مقلد کا اختلاف یا معتمدین و مستندین جماہیر فقہائے کرام سے ناقل فتویٰ کا اختلاف رحمت نہیں۔نرا زحمت ہے اور ما بین المسلمین فساد و انتشار کا دروازہ کھولنا ہے۔(از فتاویٰ برکات مصطفےٰ ص ۶۸ مطبوعہ ممبئی)

عبدالرحمٰن صاحب! آپ نے فقہی فروعی اختلاف کے تعلق سے جن دو مفتیوں کے دو مسئلے کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ دونوں نو پید مسئلے ہیں، (۱) یعنی تصویر کی حرمت متواتر المعنیٰ احادیث کریمہ سے ثابت ہے، لیکن حج میں جانے کیلئے گورمینٹ کی طرف سے تصویر کشی کی شرط جدید مسئلہ ہے۔مفتی اجمل شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے بر بنائے حاجت جواز کا فتویٰ دیا تھا لیکن ان کا ادب ملاحظہ کیجئے۔کہ انہوں نے فرمایا کہ یہ میری تحقیق ہے، باقی حضور مفتی اعظم ہند جو ارشاد فرمائینگے اسی کو ترجیح دی جائے گی۔

(۲) لاوڈ اسپیکر پر جواز صلوٰۃ کا مسئلہ یہ بھی جدید مسئلہ ہے، مفتی سید افضل حسین علیہ الرحمہ نے اپنی تحقیق پیش کی، اور ۶۹ء میں پاکستان تشریف لے گئے اور پاکستان جانے کے بعد انہوں نے جواز کا کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ اپنے فتویٰ جواز سے رجوع فرما لیا تھا۔ ملاحظہ کیجئے لاوڈ اسپیکر پر نماز کا مسئلہ مع تحقیقات اکابر اہلسنت ص ۵/ از علامہ محمد حسن علی رضوی میلسی پاکستان۔

عبدالرحمٰن صاحب! آپ اپنے حاشیۂ ذہن میں ضرور محفوظ فرمالیجئے کہ مسئلہ جدیدہ میں وہ سب حکم شرعی نہیں ہوتا جو اجماعی مسئلہ میں ہوتا ہے۔اور چلتی ٹرین پر فرض و واجب اور ملحق بالواجب کے عدم جواز کا مسئلہ نو پید نہیں ہے۔جیسا کہ ماسبق میں آپ نے پڑھا پھر تاکیداً عرض کرتا ہوں کہ، یہ برّی سواریوں پر آئمہ اربعہ کا اجماع اور کلیات متعددہ کے مجمع علیہ حکم پر متفرع ہے۔مزید معلومات کے لئے ''مصباحی صاحب کی تحقیق کا پردہ پاش'' کتابچہ ملاحظہ کیجئے۔

سائل صاحب رقمطراز ہیں کہ۔یہ آپ پر دوسری آفت سماوی ہے، جو سجدہ میں سر رکھ کر بھی توبہ قبول نہیں ہوگی جب تک اعلانیہ توبۂ نصوحہ نہ کرلے (سائل صاحب کو یہ حکم بھی سمجھ میں نہیں آیا)

سائل صاحب! ماشاء اللہ آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں۔شاید آپ کے ذہن سے ذہول ہوگیا ہے، ارشاد صاحب لولاک ﷺ ہے، اذا عملت سیئة فاحدث عند ها توبة السر بالسر و العلانية بالعلانية . رواه الامام احمد فی الزهد و الطبرانی بسند حسن عن معاذ بن جبل رضی الله تعالیٰ عنه . از فتاویٰ رضویه ،ج ،۲ ص ۱۵۱ ،

مفتی نظام صاحب نے جماہیر فقہائے کرام کے خلاف فتویٰ صادر کر کے چھاپ دیا، تو سرکار عالمین علیہ افضل الصلوٰت والتسلیم کے فرمان عالیشان کے مطابق انکو اعلانیہ ہی توبۂ نصوحہ کرنا پڑیگا۔ خلوت کدہ میں چپکے چپکے سجدہ میں سر رکھکر توبہ کرنا کافی نہ ہوگا اسلیئے میں نے لکھا کہ سجدہ میں سر رکھکر بھی توبہ قبول نہ ہوگی جب تک اعلانیہ توبۂ نصوحہ نہ کرلیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو ارشاد رسول پاک ﷺ پر ضرور جزم ہے، اور اب آپ بھی وہ فتویٰ صادر فرمائینگے جو میں نے صادر کیا ہے، آگے رقمطراز ہیں کہ مفتی ناظر اشرف نے جس تحریر میں یہ بات لکھی ہے اس کا عنوان ہے مفتی نظام الدین پر آفات سماوی کے جھٹکے۔یہ عنوان اور اسکا مطلب بھی ہمیں سمجھ میں نہیں آیا اور مزید لکھتے ہیں کہ۔اگر اسکا مطلب کوئی آسمانی آفت یا بلا ہے تو کیا مستند فقیہ اور مفتی بھی فروعی فقہی اختلاف کیوجہ سے آفت و بلا میں مبتلا ہوتے رہتے ہیں۔اور کیا اس سے پہلے بھی کچھ ایسے واقعات پیش آچکے ہیں؟

(الف) معاف فرمائیے جناب! مولانا نظام الدین جملہ علمائے اہلسنن کے نزدیک مستند مفتی و فقیہ نہیں ہیں ، بلکہ ناقل فتویٰ کیوجہ سے عرفاً مفتی ہیں، انہوں نے بہت سے

مسئلوں میں صریح خطائیں کی ہیں۔ان میں سے چند مثالیں یہ ہیں ۔لاوڈ اسپیکر پر جواز صلوٰۃ کا مسئلہ۔ باتصاویر سی ڈیوں کا مسئلہ۔ رویت ہلال کے تعلق سے خبر مستفیض واستفاضہ میں ترادف سمجھنے کا مسئلہ۔فتاویٰ مصطفویہ میں درج شدہ سجدۂ تعظیمی کا مسئلہ وغیرہ وغیرہ

اور میں نے ماقبل میں واضح کردیا کہ فروعی فقہی اختلاف،فقہاء یعنی مجتہدین کے مابین ہوتو رحمت ہے اختلاف امتی رحمۃ کا یہی مفہوم ہے۔اور غیر مجتہدین کے درمیان ہو ،جسمیں ایک قول صحیح ،اور دوسرا یقیناً غلط و باطل ہو،تو وہ اختلاف رحمت نہیں بلکہ نرا زحمت وآفت وبلا ہے(از حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان)یقیناً مجمع علیہ حکم سے انحراف کیوجہ سے مفتی نظام پر بھی آفت سماوی کے جھٹکے ہی ہیں۔

(ب) آپ کو اتنا عام فہم عنوان سمجھ میں نہیں آیا۔کہ عذر من جھۃ العباد کوانہوں نے عذر سماوی قرار دیدیا،اسی لئے یہ عنوان باندھا گیا ۔شاید آپ طول وطویل مضمون لکھ لیتے ہیں۔لیکن علم دین سے بالکل کورے ہیں آپ کو یہی نہیں معلوم،کہ نام رکھنے میں ادنیٰ مناسبت بھی کافی ہوتی ہے۔اور اسم مرتجل میں تو مناسبت بھی ملحوظ نہیں ہوتی۔

(ج) جناب والا کا ایک نہایت اہم سوال ہیکہ چلتی ٹرین سے متعلق مئی ۲۰۱۳ء میں جامعۃ البرکات علیگڑھ میں جو فیصلہ ہوا تھا اسکی تحریری تائید تصدیق تقریباً ۶۵/ علماء ومفتیان کرام نے فرمائی تھی اور آنجناب کو یہ معلوم ہی نہیں،کہ ان میں سے بہت سے ذمہ دار مفتیوں نے میرے فتویٰ کی تائید وتوثیق کر کے رجوع الی الحق فرمالیا ہے۔اور معدود چند اپنی انا پر اڑے ہوئے ہیں۔اگر شرعی کونسل بریلی شریف ۲۰۰۹ء کے اظہار فیصلہ کے وقت سے لیکر آج تک دیکھا جائے تو میرے فتویٰ کی مصدقین کی تعداد تقریباً ۶۰۰/ علماء ومفتیان کرام کی ہوجائیگی۔

(د) اور اب تک جن حضرات نے رجوع نہیں کیا ہے وہ سب آسمانی آفت وبلا میں ضرور گرفتار ہیں۔

جناب عالی آپ نے تحریر فرمایا ہیکہ یہ بات کہیں سے بھی سمجھ میں آنے والی نہیں،مولانا ناظر اشرف نے توبہ کے تعلق سے جو بات کہی ہے اسکا تعلق بھی ان سارے علماء ومفتیان کرام سے ہے۔جن پر اتنا خطرناک حملہ دل کو دہلا دینے والا ہے،الیٰ آخرہ

مجھے حد درجہ تأسف ہیکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے ۔ابھی مغرب سے سورج طلوع نہیں ہوا ہے مسلمان وہی ہے جو اپنی غلطی پر نادم ہوا اور توبہ کرے اللہ جل مجدہٗ کا ارشاد ہے"انہ ھو التواب الرحیم"توبہ کی تلقین کو خطرناک حملہ دل کو دہلا دینے والا کہنے والے پندرھویں صدی میں سب سے پہلے فرد آپ ہی ہیں۔ میں نے ماسبق میں بتا دیا کہ۔فروعی فقہی اختلاف،مفتی وفقیہ (بمعنی مجتہد) کے مابین ہوتو توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا ہر فریق اپنے قول کو صواب جانیگا مگر محتمل خطا اور دوسرے کے قول کو محتمل صواب،اور ہر ایک دوسرے کو مثاب مانیگا لیکن جو ناقل فتویٰ ہو حقیقتاً مفتی وفقیہ نہ ہو یعنی مجتہد نہ ہو بلکہ مقلد محض ہو اس سے توبہ کا مطالبہ شرعاً درست ہے۔اگر توبہ نہ کرے،تو مسئلہ متنازع فیہا میں وہ یقیناً لائق امامت نہیں۔

مستفتی صاحب!ہوش کے ناخن لیجئے مجتہد اگر خطائے اجتہادی کرتا ہے اور جب ان کو خطاء سمجھ میں آجاتی ہے تو خشیت ربانی کیوجہ سے وہ خود رجوع فرما لیتے ہیں۔اسی کا نام توبہ ورجوع ہے کیا آپ کو نہیں معلوم کہ سیدنا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے بر بنائے اجتہاد فتویٰ دیا کہ۔کسی عورت کا مہر چارسو درہم سے زیادہ نہ ہو اور جب ممبر اقدس سے یہ خطبہ دیکر اترے تو ایک صحابیہ نے معروضہ پیش کیا کہ اے امیر المومنین کیا آپ نے رب ذوالجلال والاکرام کا یہ ارشاد نہ سنا" واٰتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منه شيًا اس پر سیدنا فاروق اعظم نے ارشاد فرمایا،اللّٰھم کل احد افقه من عمر، پھر ممبر رسول پاک ﷺ پر چڑھکر اعلان فرمایا کہ حضرات میں نے عہد رسالت وصحابہ کو ملحوظ رکھکر چارسو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع کیا تھا اب آپ حضرات کو اختیار ہیکہ جو شخص

جتنا چاہے مہر مقرر کرسکتا ہے۔کیا آپ نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نہیں سنا کہ انہوں نے نماز میں فارسی قرأت کو پہلے جائز فرمایا تھا پھر بعد میں رجوع فرمالیا، مجتہدین کے مرتبۂ علیا کا عالم یہ ہیکہ وہ حضرات خشیت ربانی کیوجہ سے رجوع فرماتے اور رجوع الیٰ الحق میں مسرت وفرحاں ہوتے تھے۔اسکی بہت سی مثالیں ہیں اور مزید علم میں اضافہ کیلئے یہ بھی سن لیجئے امام اہلسنت مجدد اعظم قدس سرہٗ نے فقہی فرعی مسئلہ میں بھی جن حضرات سے رجوع کا مطالبہ کیا تھا اس کے لئے الطاری الداری لھفوات عبد الباری، انفس الفکر وغیرھا پڑھنے کی زحمت نہ کیجئے، بلکہ مشہور قلمکار یٰسین اختر مصباحی صاحب کی کتاب۔امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات ص ۸۱، پڑھ لیجئے آپ کو علم ہو ہی جائیگا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ہدایات کی وجہ سے جن حضرات کو توبہ ورجوع کی سعادت میسر آئی اور برملا ان حضرات نے اسکا اظہار واعلان بھی کیا، وہ حضرات یہ ہیں۔(۱) بقیۃ السلف مولانا عبد الباری فرنگی محلی م ۱۳۴۴ھ (۲) مولانا عبد الماجد بدایونی م ۱۳۵۰ھ (۳) مولانا محمد علی جوہر م ۱۹۳۱ء اور ان حضرات کی لغزشوں میں قربانی گاؤ کا بھی مسئلہ تھا فتاویٰ رضویہ کو لیکر بھی دیکھ لیجئے اس میں بھی رجوع کا مطابہ ہے۔یہ فقہی فرعی مسئلہ ہے؟ یا جناب عالی کے نزدیک اصول دین ؟

ارشاد ربانی " انما یخشیٰ اللّٰہ من عبادہ العلماء سے مستفاد تو یہی ہے نا کہ علماء کے قلوب میں خشیت ربانی ہوتی ہے۔نادانستہ فتویٰ غلط ہو جائے تو علم ہو جانے کے بعد خشیت ربانی کی وجہ سے توبہ ورجوع ان کا طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔اور یہاں عالم یہ ہیکہ، انا خیر منہ، کا نعرۂ قلبی بلند۔امام اہلسنت علیہ الرحمہ کا انکسار ملاحظہ کیجئے۔ الصافیۃ الموحیۃ، کے آخر میں فرماتے ہیں۔اب ہم اسی پر بس کرتے ہیں ابتداء وانتہاء میں اپنے رب کی حمد کرتے ہیں، میں اپنے نفس کو خطا ولغزش سے بری نہیں گردانتا، اور خلل ظاہر ہونے کے بعد میں اپنی رائے پر اصرار بھی نہیں کرتا سبحان اللہ میں کیا اور میری رائے کیا نقصان ہی میری پونجی ہے اور خطا شان بندگی، لاعلمی میری صفت، اور عاجزی میرا نشان، اگر یہ ٹھیک ہو تو میرے رب کی توفیق سے ہے اور اسی کے لئے ہر دم تعریف اور غلط ہو تو میرے گناہوں کی برائی۔میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور اسکی حمد بجالاتا ہوں۔سن لیا آپ نے مجتہد فی المسائل امام اہلسنت مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا انکسار اس سے آپ حضرات کو درس عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔

عبدالرحمٰن صاحب! لکھتے ہیں کہ ہم ایک سنی حنفی سائل کی حیثیت سے یہ سوالات کررہے ہیں اسلئے برائے مہربانی ان سوالات کے اطمنان بخش جواب دیئے جائے الحمد اللہ ہم نے شریعت اسلامیہ کے عین مطابق اطمنان بخش جوابات دیدیئے اور مجھے امید ہیکہ، قبول حق کیلئے آپ اور آپ جیسے نیک لوگوں کے دلوں کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔آپ اور آپ جیسے لوگ ضرور مطمئن ہو جائینگے۔

آگے عبدالرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا ناظر اشرف ناگپوری نے اپنی اس کتاب "چلتی ٹرین پر نمازوں کا حکم" میں جو سطحی بازاری زبان جگہ جگہ استعمال کی ہے۔وہ کسی مفتی اور عالم دین کی زبان نہیں معلوم ہوتی، اور کہیں کہیں تو بدتہذیبی اور بد تمیزی کا ایسا مظاہرہ ہوا ہے کہ لگتا ہیکہ کسی تہذیب یافتہ یا تعلیم یافتہ شہری سے کوئی دیہاتی گنوار پن کیساتھ بحث کررہا ہے۔

معاف فرمائے جناب عالیٰ! آپ کی معلومات میں اضافہ کیلئے صرف دو نظیریں پیش کررہا ہوں پھر اسکے بعد مفتی نظام الدین کی وہ سب تہذیب وشائشتگی جنکے رسیا و دلدادہ آپ ہیں۔

نزھۃ القاری ج ا ص ۱۴۹، پر درج ہیکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا۔کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور مہر کچھ مقرر نہیں کیا پھر مر گیا، اسکی یہ زوجہ مہر پائے گی یا نہیں۔پائیگی تو کتنی؟ مختصر یہ کہ انہوں نے فرمایا اس عورت کو مہر مثل دیا جائے اسی مجمع میں حضرت معقل بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔انہوں نے کہا کہ، میں اسکی گواہی دیتا ہوں کہ بردع بن واشق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور اکرم ﷺ نے یہی

حکم دیا تھا، یہ سنکر حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نے حضرت معقل بن سنان کی یہ حدیث تسلیم نہیں کی اور فرمایا کہ ''

مانصغی بقول اعرابی بوال علیٰ عقیبیه وحسبها المیراث ولا مهرلها ،یعنی اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے گنوار کی بات پر ہم کان نہیں دھرتے اس عورت کو صرف میراث ملیگی مہر اس کے لئے نہیں۔

فرمایئے جناب! حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے آپ کیا کیا کہنے کی جرأت کرینگے؟ جو انہوں نے ایک صحابی کیلیئے الفاظ استعمال فرمائے اگر میں مولیٰ علی کے سنت کو اپناتے ہوئے مولانا نظام کو ایڑیوں پر پیشاب کرنے والا گنوار کا لفظ استعمال کرتا جب بھی کوئی قباحت نہیں تھی بلکہ سنت مولیٰ علی ادا ہوجاتی کیونکہ انہوں نے ایک ریل پر نماز کا مسئلہ ہی نہیں بلکہ بہت سارے مسئلوں میں مسلک اعلیٰ حضرت پر دل دہلا دینے والا حملہ کیا ہے؟ اور سنیئے فتاویٰ رضویہ ج ۸ میں ششماہہ بھیڑ کی قربانی کے تعلق سے مولوی حکیم عبدالغفور صاحب نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے سوال کیا اور سوال میں اپنے استاذ مولانا عبدالحی لکھنوی کا حوالہ دیا کہ انکے مجموعہ فتاویٰ ج ا ص ۱۹۱، میں موجود ہیکہ قربانی ششماہہ بھیڑ کی جائز نہیں جواب میں امام اہلسنت فرماتے ہیں کہ۔ یہ جہل صریح وتعسف قبیح ہے۔ غرض حکم واضح ہے اور مسئلہ روشن اور اسکا خلاف نہ بین، نہ مبین، بلکہ باطل بین۔

فرمایئے جناب کہ آپ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو بھی دیہاتی گنوار کہیں گے؟ اور اب مزید دل کے کان کھول لیجئے اور دماغ کے دروازے وا کر لیجئے تا کہ آپ کا ہوش سلامت رہے ۔مفتی نظام الدین کی وہ سب تہذیب وشائستگی میں سے کچھ سن لیجئے جو سنی دنیا میں پہلی بار ایک عظیم ادارے کے صدر مفتی ہونے کی حیثیت سے واقع ہوئے ہیں۔ جو اہلسنت کے ہر ہر فرد کا دل دہلا دینے والا ہے اور دماغ کا خون سوخت کردینے والا ہے اسے پڑھنے کے بعد آپ مجھے جتنا کوسنا چاہیں۔ جی بھر کر کوس لیجئے گا۔ یہ آپ کا حق ہے لیکن یاد رکھیئے کہ ان کے رویہ کی وجہ سے دین و سنیت کے شجر بار آور پھل دار رہ سکیں گے؟۔ یا یوں کہیئے کہ گلستان سنیت میں کوئی گل باقی رہیگا؟ خدارا دل پر ہاتھ رکھکر سوچیے تو سہی! اسلام میں پہلے عزیمت ہے یا رخصت؟ اور پھر اسباب ستہ کے انطباق کا کوئی محل ہے یا نہیں؟ اسلام وسنیت کو جس آزادی کی راہ پر مولانا نظام لیجانا چاہتے ہیں اسے کوئی زندہ ضمیر سنی برداشت نہیں کرسکتا میں نے اپنی زندہ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے حقیقت واقعیہ نفس الامریہ کو صفحہ قرطاس پر بکھیر دیا ہے اور زندہ ضمیروں کے سوداگروں کو راہ راست پر لانے کے لئے نکیل دیدی ہے اس پر آپ کو مبارکباد دینی چاہئے نہ کہ مشتعل ہو کر میرے حوصلوں پر شب خون مارنے کی ناپاک سعی کرنی چاہئے۔ خدائے قدیر آپ کو ہداہت تامہ عطا فرمائے۔ اب سماعت فرمایئے۔

(۱) ۲۰۰۹ء میں سرکار تاج الشریعہ اور محدث کبیر وغیرھما کی موجودگی میں شرعی کونسل بریلی شریف میں فیصلہ ہو چکا کہ اب بھی ریل میں نمازوں کا وہی حکم ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے زمانہ میں تھا اس فیصلہ کو جاننے کے بعد ۲۰۱۳ء میں جامعۃ البرکات علیگڑھ میں اپنی سفاہت کا مظاہرہ کیا اور بزرگوں کے فیصلہ کو قصداً اناپ شناپ دلیلوں سے غلط ٹھرانے کی شریرانہ جرأت کی۔

(۲) سرکار مفتی اعظم ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا پر بہتان باندھا کہ انہوں نے سجدہ تعظیمی کے مرتکب کی تفسیق بھی نہیں کی ہے جب کہ اعلیٰ حضرت نے سجدۂ تعظیمی کی حرمت کو تقریباً اجماعی مسئلہ فرمایا ہے۔

(۳) میرے سرکار شافع یوم النشور ﷺ کی حدیث پاک ہیکہ۔ میری امت ۷۳/ فرقے میں بٹ جائیگی ایک فرقہ ناجی ہوگا اور ۷۲/ فرقے ابدی جہنمی ہونگے ایک بدایونی صاحب نے ان بہتر فرقوں کو بھی ناجی میں شمار کیا، اور تردید چھاپے بغیر دنیا سے رخصت بھی ہوگئے ایسے شخص کو مفتی نظام الدین مضغۂ قلب کی ڈھرکن بنائے رکھا۔ اور مرنے کے بعد تعزیتی مضمون لکھ کر چھاپا۔ یہ مسلک اعلیٰ حضرت پر دل دہلا دینے والا حملہ ہے یا نہیں؟

(۴) اپنے لائق وفائق استاذ ومربی شارح بخاری مفتی شریف الحق علیہ الرحمہ کی نزہۃ القاری ج ۲ ص ۷۴۷/۳ میں شائع شدہ ریل میں نماز کے شرعی مسئلہ کے خلاف غلط شلط دلیلیں پیش کر کے ان کے فتویٰ کی تردید کرنی چاہی اور انکی روح کو اذیت پہونچایا۔

(۵) سرکار تاج الشریعہ کے خلاف ۔مبارک حسین مصباحی اور بدر عالم مصباحی نے بھرے مجمع میں گستاخیاں کیں اور ان دونوں کے خلاف ایک لفظ کہنے میں زبان گونگ ہوگئی اور لکھنے میں ہاتھ ٹوٹ گیا نیز ان دونوں سے مقاطعہ کا اعلان بھی نہیں کیا، جب کہ جامعہ اشرفیہ کے صدر مفتی ہونے کی حیثیت سے ان کے لئے ضروری تھا۔

(۶) جانشین صدر الشریعہ علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب کی شان میں ایک صاحب سے عرس حافظ ملت علیہ الرحمہ کے موقع پر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی طرح مجمع عام میں توہین کرائی گئی۔ اور اسٹیج پر بیٹھ کر ٹھٹھا کرتے رہے۔مزے لیتے رہے، مسکراہٹوں کا بازار گرم رکھا، بریلوی عالم دین پر اس طرح توہین سن سن کر مسرت کے آنسو بہاتے رہے۔ کیا مفتی ہونے کی حیثیت سے ان پر ضروری نہ تھا کہ وہ روکتے؟

(۷) وہ اپنے آپ اور اپنے مصاحبین اور تلامذہ کو فقہاء محققین کہتے ہیں، لکھتے ہیں، اور اکابر و مشائخ کو بھی اپنے تلامذہ سے ہیچ سمجھتے ہیں، اور فقہاء کا اطلاق غیر فقیہوں و مفتیوں کو لکھ کر فقہائے اسلام کی توہین کرتے ہیں۔

اگر انکی تہذیبوں اور شائستگیوں کو نقل کروں تو دفتر چاہیئے روشن دل والوں کے لئے یہی کافی و وافی ہے ۔اور اندھی عقل والوں کے لئے سب بے سود۔۔۱۲ وما علینا الا البلاغ المبین

از حضرت مولانا مفتی محبوب عالم صاحب اشرفی قبلہ بھدوہی یوپی

۷۸۶/۹۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسائل کے بارے میں کہ جو مسائل شرعیہ اور انکی باریکیوں سے آگاہ نہ ہوں، قواعد فقہ، اصول افتاء، اور جزئیات فقہیہ سے بھی واقفیت نہ رکھتے ہوں تو کیا ایسے حضرات شرعاً کسی فتویٰ پر تصدیق کے مجاز ہیں؟

(۲) مفتیان کرام کے فتاوے کی تصدیق کیلئے کیسے افراد درکار ہیں ؟

(۳) تصدیق کیلئے کوئی معیار علم ہے کہ نہیں؟

(۴) کسی مسئلہ میں دو مختلف رائے رکھنے والے مفتیان کرام میں سے کسی ایک گروپ کی تائید و تصویب کرنے کا حق کن حضرات کو ہے؟

(۵) فتوے کے ابجد سے بھی ناواقف لوگوں کی تصدیق سے فتوے کی اہمیت اور اسکا اعتبار بڑھ جائیگا؟

(۶) کسی فرعی مسئلہ میں دو مختلف رائے رکھنے والوں میں سے کسی ایک کے موقف کے معتبر و مستند ہونے یا زیادہ معتبر ہونے کی بنیاد کثرت رائے ہے یا کچھ اور؟ مذکورہ بالا سبھی سوالات کے مدلل و مفصل جوابات تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی محمد محبوب عالم اشرفی جامعہ شمسیہ تیغیہ مرجاد پٹی بھدوہی یوپی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

۱/تا۵/صورت مستفسرہ میں مسئلۂ شرعیہ کی نوعیت دیکھی جائیگی اگر مسئلہ بدیہات سے ہے۔ بدہیات کا مفہوم یہاں یہ ہیکہ عوام وخواص ہر ایک کو اسکی معرفت ہے اور معرفت تامہ، لاریب فیھا کی منزل میں ہے۔تو اس مسئلہ کی تائید و توثیق مسلم عوام وخواص میں سے کوئی عاقل، بالغ النظر، فرد بھی کرسکتا ہے۔اس کے نظائر بکثرت ہیں ۔مثلاً اللہ ایک ہے، قرآن حکیم کلام اللہ ہے، حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰت والتسلیم سب سے پہلے نبی ہیں، اور لاالہ الّا اللّٰہ محمدٌ رّسول اللّٰہ مسلمانوں کا کلمۂ طیبہ ہے وغیرہ وغیرہ۔اور اگر مسئلۂ شرعیہ نظریات سے متعلق ہے

،عوام وخواص ہرایک کواسکی معرفت نہیں ہے بلکہ بعض کو ہے۔تو اسکی دوصورتیں ہیں ۔اگر غوروفکر کے بعد نظری مسئلہ مثلاً زید کے لئے نظری نہ رہا، اجلیٰ من البدیہات سے ہوگیا۔تو زید اس مسئلہ کی تائیدوتوثیق کرسکتا ہے شرعاًاس کے لئے کوئی ممانعت نہیں۔لیکن اگر مسئلۂ شرعیہ بعد تفکر بھی نظری ہی رہا۔اور مفکر کسی صحیح نتیجہ پر نہ پہونچ سکا، تردد وتذبذب کا شکار ہوگیا، تو ایسی صورت میں عامی تو درکنار، عالم اجل، فقیہ اَجل ،بھی اس مسئلہ کی تائید وتصدیق نہیں کرسکتا ہے۔کریگا، تو گنہگار ہوگا۔ایسے ہی غافل کا بھی حکم ہے۔

امام ہمام، علامہ قمقام، مرجع فقہاء اعلام ،مجدد اعظم ،آیۃ من آیۃ اللہ العلام ، معجزۃ من معجزات رسول الکرام، العطایا النبویہ شریف میں فرماتے ہیں۔ والتحقیق عندی ان الضرورۃ ھٰھنا بمعنیٰ البداھۃ وقد تقرر ان البداھۃ والنظریۃ تختلف باختلاف الناس فرب مسألۃ نظریۃ مبتنیۃ علیٰ۔ نظریۃ اخریٰ ،اذا تبین المبنیٰ عند قوم حتیٰ صار اصلاً مقرراً وعلماً ظاہراً فالاخریٰ التی لم تکن تحتاج فی ظھورھا الا الیٰ ظھور الاولیٰ تلتحق عندھم بالضروریات و ان کانت نظریۃ فی نفسھا ،الا تری ان کل قوس لم تبلغ ربعاً تاماً من اربعۃ ارباع الدور وجود کل من القاطع و الظل الاول لھا بدیھی عند المھندس لا یحتاج اصلاً الی اعمال نظر وتحریک فکر بعد ملاحظۃ المصادرۃ المشھورۃ المسلمۃ المقررۃ ،وان کان ھو ومصادرۃ کلاھما نظریین فی انفسھا ھکذا حال ضروریات الدین ۔ھٰکذا حال ضروریات الدین فرمانا اس حقیقت پر غماز ہے کہ ایک مسئلہ بعض لوگوں کے لئے بدیھی ۔اور بعض کیلئے نظری ہوسکتا ہے۔اور بعض کونا معلوم ۔تو جن کیلئے بدیھی ہوانکے لئے تصدیق میں کوئی قباحت شرعیہ نہیں ۔اور

ممانعت کیلئے کوئی نص میری نظر سے نہ گزری۔اور ایسے ہی وہ مسئلہ شرعیہ جس میں جانب مخالف کا بغیر کسی دلیل کے احتمال ہو۔

جیسے ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ سامنے زید کھڑا ہے۔لیکن ہوسکتا ہے کہ زید کی شکل میں وہ جن ہو۔یقین کا یہ عام معنیٰ ہے، ایسا احتمال قابل توجہ نہیں ہوتا، اور اسکی وجہ سے علم درجۂ یقین سے نیچے نہیں آتا ۔کما قال الامام احمدالرضا القادری الحنفی البریلوی علیه رحمة الباری فی فتاواہ ، وان احتمل احتمالًا ناشیًا لا عن دلیل کامکان ان یکون الذی نراہ زیداً ۔جنیًا۔ تشکل بشکلہ فبالمعنیٰ العام و مثل ھذاالاحتمال لا نظر الیه اصلاً ،ولا ینزل العلم عن درجة الیقین ۔یہیں سے ثابت ہوگیا کہ دومختلف رائے رکھنے والے مفتیان کرام میں سے اگر ایک گروپ منطوق کلام یا مفہوم موافق مرام کوترک کر کے مفہوم مخالف غیر ناشی عن الدلیل، نا قابل توجہ احتمال ، اور وہ بھی ایسا مفہوم مخالف کہ اسکا مخالف ،خود مفہوم مخالف، جسکا مفہوم موافق سے بے ربط و بے تعلق ظاہر و باہر ،جس کے وجود کا مقابل مفہوم موافق یا منطوق کلام میں نہیں ۔اور مفہوم موافق یا منطوق کلام میں جسکا وجود ہے، وہ مفہوم مخالف میں معدوم، اسکا حال ایسا ہی ، کامکان ان یکون الذی نراہُ،زیداً جنیّا ۔تو ایسا اختلاف قول محقق کودرجۂ یقین سے نیچے نہیں لاسکتا۔تو درحقیقت وہ اختلاف نہیں بلکہ اختراع اختلاف ہے، جوبما لا یرضیٰ به الناظر و المناظر ہے تو اب اگر کوئی دانستہ یا نادانستہ ایسے قول مردود کی تائید وتوثیق کرتا ہے، تو از روئے شرع شریف قطعاً درست نہیں ہے، ہاں وہ مسئلۂ شرعیہ فرعیہ جسکا ثبوت واثبات ادلۂ سمعیہ سے ہو یا مجتہدین سے مستنبط شدہ علتوں پر دائر ہو، اور امور تعبدیہ سے نہ ہو، تو کہا جاسکتا ہیں کہ مفتیان کرام کے مابین دومختلف رائیں ہوگئیں اور اس مسئلہ میں تائید وتصویب کا حق انہیں حضرات کو ہوگا ، جو اس مسئلہ میں بتامہ درایت رکھتے ہیں ۔لیکن اگر کوئی شخص فتویٰ کے ابجد سے

ناواقف ہے تو اسکی تصدیق سے فتویٰ کی اہمیت تو کیا بڑھیگی ؟ بلکہ صحت مسئلہ کا اعتبار ہی اٹھ جائیگا۔جیسا کہ جامعۃ البرکات علیگڑھ کے سیمینار میں ہوا کہ۔غلط مفہوم مخالف سے باطل استدلال کرنے والے مفتی صاحب کی تائید وتصویب حفاظ وانگیریزی تعلیم یافتہ کر چکے جنکا تفقہ فی الدین سے کوئی تعلق نہیں۔

(۶) فرعی مسئلہ ہو یا اصل دین دو مختلف رائے رکھنے والواں میں سے کسی ایک کے موقف کے معتبر ومستند ہونے یا زیادہ معتبر ہونے کی بنیاد کثرت رائے نہیں ہے، بلکہ اسکا حق وصواب ہونا ہے ،مثلاً زید نے دعویٰ کیا کہ خدا ایک ہے۔اوران سے اختلاف کر کے ایک گروہ یا زید کے علاوہ دنیا کے باقی لوگوں نے دعویٰ کیا کہ خدا ایک نہیں۔ بلکہ خدا دو ہیں۔تو دو مختلف رائے ہونے کے باوجود اکیلا زید کا قول ہی حق وصواب ہے۔اور باقی دنیا کے لوگوں کا قول باطل ومردود۔اور زید ہی اکیلا سواد اعظم ہے، جماعت ہے، کما فی شرح الفقہ الاکبر اور جیسا کہ رب عزوجل کا ارشاد پاک ہے ''**ان ابراھیم کان امۃ**'' تو حق وصواب کے اساس پر ہی سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والتسلیم کو امت فرمایا گیا۔اور ایسے ہی جامعہ شمسیہ تیغیہ کا ایک طالب علم دعویٰ کرے کہ ریل گاڑی پٹری پر چلتی ہے ،اور اس طالب علم سے اختلاف کر کے ایک گروہ یا اس کے علاوہ دنیا کے تمام لوگ یہ دعویٰ کریں کہ۔نہیں نہیں، ہرگز نہیں بلکہ ریل گاڑی ہوا میں پرواز کرتی ہے یا پانی میں تیرتی ہے۔تو یہاں بھی دو مختلف رائے رکھنے کے باوجود اکیلا طالب علم کا قول حق وصواب اور مطابق للواقع ہے۔اور ان کے مقابل دنیا کے تمام لوگوں کا دعویٰ اباطیل فاحشہ سے ہے۔اسی لئے طالب علم کا قول ہی معتبر ومستند قرار پائیگا۔

قطب الارشاد نائب غوث الوریٰ سیدنا سرکار مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا نماز میں لاوڈ اسپیکر کے استعمال کے تعلق سے رقمطراز ہیں کہ۔مختلف فیہ مسائل میں اختلاف مجتہدین ضرور رحمت ہے، کہ ان میں حق دائر ہے۔ ہر فریق اپنے کو حق پر یقین کرتا ہے۔مگر وہ دوسرے مذہب کو غلط و باطل نہیں کہہ سکتا۔اور اپنے مذہب کو صواب جانیگا ، محتمل خطاء۔ دوسرے مذہب کو محتمل صواب۔اور ہر ایک دوسرے کو مثاب مانیگا (مگر) ایسے مسائل جن میں ایک صحیح ، دوسرا یقیناً غلط اور باطل، یہ اختلاف رحمت نہیں۔نرا زحمت (کیوں ؟اسلئے کہ یہاں اختلاف کرنے والے محض مقلدین ہیں) پھر اگر بے تحقیق ایک رائے ،بہت سے، ہر چار طرف کے، ملک بھر کے،اور بیرون ملک کے قائم کرلیں ،اور بعض محققین از روئے تحقیق اسکا اختلاف ثابت کریں ،تو ظاہر ہیکہ جنھوں نے بے تحقیق کیئے ،رائے قائم کی اور جواز یا غیر جواز کا قول کیا۔''قول محقق'' کے آگے کیا وقت رکھیگا ؟ جو قول محقق ہے، وہ مقبول ہوگا۔ غیر محقق مردود ہوگا۔

تو دلائل و براہین کی روشنی میں ثابت ہوگیا کہ قلت و کثرت رائے کا اعتبار نہیں۔ بلکہ قول محقق کا اعتبار ہے خواہ وہ فرد واحد کا ہی قول ہو۱۲واللہ الہادی الیٰ سواء السبیل۔ ☆☆☆

عقائد متعلقہ نبوت

مسلمان کے لئے جس طرح ذات وصفات کا جاننا ضروری ہے کہ کسی ضروری کا انکار یا محال کا اثبات اسے کافر نہ کردے،اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نبی کے لئے کیا جائز ہے اور کیا واجب اور کیا محال۔ کہ واجب کا انکار اور محال کا اقرار موجب کفر ہے۔اور بہت ممکن ہے کہ آدمی نادانی سے خلاف عقیدہ رکھے یا خلاف بات زبان سے نکالے اور ہلاک ہوجائے۔ **عقیدہ**:۔ نبی اس بشر کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی ہو۔اور رسول بشر ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ملائکہ میں بھی رسول ہیں۔ **عقیدہ**:۔انبیاء سب بشر تھے اور مرد، نہ کوئی جن جبی ہوا نہ عورت۔ **عقیدہ**:۔اللہ عزوجل پر نبی کا بھیجنا واجب نہیں۔اس نے اپنے فضل وکرم سے لوگوں کی ہدایت کے لئے انبیاء بھیجے۔ **عقیدہ**:۔نبی ہونے کے لئے اس پر وحی ہونا ضروری ہے خواہ فرشتہ کی معرفت ہو یا بلا واسطہ۔(بہار شریعت، حصہ اول رصفحہ ۷)

از: مفتی ضمیم احمد صاحب مصباحی، ناگپور

عظمتِ قرآن مقدس وآدابِ مزاراتِ اولیاء کرام

اولیاء کرام پروردگار عالم کے محبوب، مقبول اور مقدس بندے ہیں جنکی صحبت میں رہنے کا قرآن کریم نے حکم دیا ہے :۔''اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور سچّوں کے ساتھ ہو جاؤ۔''(سورۃ توبہ)دوسرے مقام پر فرمایا گیا ہے:''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ تلاش کرو۔''(سورۃ مائدہ)خوش عقیدہ مسلمانانِ عالم ان محبوبانِ بارگاہِ الٰہی کی بارگاہوں کے بھی نیاز مند رہتے ہیں اور بعد وفات ان کے مزاروں کے بھی۔لیکن یہ خیال رہے کہ مزارات کی حاضری اس طرح ہونی چاہیے جو نہ پروردگار عالم کی ناراضگی کا سبب ہو اور نہ صاحب مزار کے غضب کا۔ورنہ دنیا وآخرت دونوں کی بربادی یقینی ہے۔کبھی کسی مزار پر سجدہ کرکے آخرت برباد نہ کریں۔سجدہ جو پروردگار عالم کے لئے مخصوص ہے ہرگز ہرگز کسی صاحب مزار کو نہ کیا جائے۔عورتیں جن کیلئے مسجد کی حاضری منع ہے، کیا ان کا مزارات اولیاء پر جانا یا انہیں لے جانا پروردگار عالم اور صاحب مزار کی رضا وخوشنودی کا سبب ہوگا؟ ہرگز نہیں۔اور وہ چادریں جن پر قرآنی آیتیں مرقوم ہیں انہیں ہرگز نہ خریدیں۔بے وضو قرآنی آیات کو چھونا حرام و ناجائز ہے۔اگر بے وضو آپ کا ہاتھ لگا تو آپ گنہگار ہوئے اور اگر بے وضو دوسرے کا ہاتھ لگا تو بھی آپ گناہ کے سبب ہوئے۔اور طرفہ تماشہ یہ کہ ان چادروں کو کوئی اوربنا تا ہے، کوئی سر پر یا گلے میں ڈالتا ہے یا اور کچھ بنالیتا ہے۔کوئی ان چادروں کے جھنڈے بناتا ہے اور اپنے گھروں پر اور راستوں پر لگا تا ہے اور بہت سے لوگ صندل نکال کر ان مقدس چادروں کو اپنے سروں پر اور کمر میں باندھتے ہیں، جو ان کے سروں اور کمر سے کھل کھل کر راستوں پر گرتی ہیں۔یہ قرآنی آیتوں والی چادریں ان غیر مسلموں کے بدن پر بھی دیکھی گئی ہیں جو شراب کے نشے میں شرابور رہتے ہیں۔کپڑے گندے غلیظ، ناپاک جسکو خود اپنی سدھ نہیں ہے ایسی کئی مثالیں ہیں جو عام طور پر دیکھنے میں آتی ہیں۔

مسلمانو! قرآن شریف اللہ کا وہ مقدس کلام ہے جس کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اللہ کے خوف سے۔(ترجمہ سورہ حشر: آیت ۲۱)

مسلمانو!

پروردگار عالم رؤف رحیم ہے مگر یہ نہ بھولو کہ جبّار وقہار بھی ہے۔اس کے جلال وغضب کو دعوت نہ دو۔اپنے ہاتھوں قرآن مقدس کی بے حرمتی کے اسباب نہ پیدا کرو۔اگر پروردگار عالم نے آپ کو دولت وثروت سے نوازا ہے تو اس کے لئے تن من دھن قربان کردیں کہ قرآنی آیات والی چادریں بازار میں نہ لائیں۔ان امور کیلئے سختی کیساتھ تحریک چلانے اور عملی جامہ پہنانے کا وقت آگیا ہے۔انتظامیہ کمیٹی اور مزارات کے خادموں ومجاوروں کا فرض بنتا ہے کہ قرآنی آیات والی چادریں واپس کردیں اور پوری کوشش کریں کہ ایسی چادریں دربار اولیاء میں نہ چڑھیں۔برادران اسلام لوگوں کو ایسی چادریں خریدنے سے روکنے کی پوری کوشش کریں اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنے احباب تک یہ پیغام پہنچائیں اور اگر یہ بھی ہو سکے تو خوف نہ خریدیں۔پروردگار عالم نے چاہا تو آپکے اس عمل سے آج نہیں تو کل ضرور تبدیلی ہوگی اور چراغ سے چراغ جلتا رہے گا۔مولیٰ تبارک وتعالیٰ عالم اسلام کو صراط مستقیم پر چلائے اور شیطان کے مکروفریب سے بچائے اور تمام مسلمانوں کے ایمان وعمل عزت وآبرو کی حفاظت فرمائے۔آمین

مولانا تحسین رضا قادری، کانپور(یو، پی)

احکام زکوٰۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خداوند تعالیٰ کی صدہا مہربانیوں میں سے ایک مہربانی (جس کا تعلق خصوصیت کے ساتھ محتاجوں ،غریبوں ،اور مسکینوں سے ہے) یہ بھی ہے کہ جب کسی مسکین اور غریب کو کوئی ضرورت لاحق ہوتی ہے اور وہ خشوع وخضوع کے ساتھ اپنی زبان سے یا اپنی حالت سے اس ضرورت کا اظہار کرتا ہے تو اس کی یہ گریاوزاری جناب باری تعالیٰ کے جودوسخا کے دروازہ کھٹکھٹاتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ کسی قلب صافی پر اس غریب کی حاجت روائی کا الہام کر دیتا ہے اور اس صورت سے اس غریب کی حاجت پوری ہوجاتی ہے۔اس کے صلہ میں وہ صاحب قلب صافی رحمت باری کا مستحق ٹھہرتا ہے اب ذرااس سے ہٹ کر معاملاتی دنیا میں آیئے اور دیکھیے کہ زکوٰۃ کی پوزیشن کیا ہے تمام متمدن حکومتوں میں یہ دستور رہا ہے کہ وہ دولت پر ٹیکس عائد کرتی تھیں۔بالکل یہی صورت ،مگر بہت مناسب اور من بھاتی صورت میں نظم عالم قائم رکھنے کیلئے فرضیت زکوٰۃ کی تشکیل عمل میں لائی گئی ہے۔جیسا کہ قطب ربانی فاضل اجل محقق زماں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں ارشاد فرماتے ہیں : بسا اوقات مظاہرہ حسن اخلاق اور معاشرتی نظم کے بقاء کا انحصار کھلانے پلانے صلح وسلام کاروبار اور مختلف اقسام کی ہمدردیاں کرنے پر ہوتا ہے اور صورت عمل کو صدقات وخیرات میں شمار کیا جاتا ہے۔زکوٰۃ ازدیاد برکت کا باعث بنتی ہے اور آتش غیض وغضب کو سرد کرتی ہے کیونکہ وہ براہ راست رحمت پروردگار سے فیضان حاصل کرتی ہے۔نیز یہ کہ زکوٰۃ اس عذاب آخرت سے جو صفت بخل کی موجودگی میں مرتب ہوتا ہے۔محفوظ رکھتی ہے اور ملاء اعلیٰ کی اس جماعت کی دعاؤں کو زمین پر اصلاح عام کے لئے گشت کرتی رہتی ہیں اس قسم کے انسان کی طرف منعطف کردیتی ہے

تعلیمات اسلامی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو وہ تقویٰ وطہارت اور تصفیہ قلب کی تعلیم دیتی ہے تو دوسری طرف عصمت وعفت اور قبائح سے باز رہنے کی تاکید کرتی ہے،ظاہر ہے کہ نظم عالم کو قائم رکھنے کے لئے جس طرح اور بہت سی باتوں میں تفریق نظر آتی ہے اسی طرح دولت کے معاملہ میں تفریق ہونا چاہیے،ایسی حالت میں عالم کو توازن برقرار رکھنے کیلئے بغیر اس کے کہ کوئی بھی اپنی مرفعت اور فوقیت کا اظہار کرسکے یہی بہتر صورت ہو سکتی تھی کہ خداوند تعالیٰ مال داروں کی دولت میں سے ایک خاص حصہ کا مطالبہ کرتا ہے۔اب کسی کے دل میں احسان جتلانے اپنی فوقیت کے ظاہر کرنے کا جذبہ پیدا بھی ہوتا تو بجز اس کے کہ خدائے تعالیٰ پر احسان رکھے اور کیا صورت ہوسکتی تھی۔اور معلوم ہے کہ انسان جو سر سے پیر تک جو خدا کے احسانوں کے بارسے دبا ہوا ہے کس طرح ایسی جرأت کرسکتا ہے غور فرمایئے کہ یہ خداوند تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ مالداروں سے غریبوں کو دلوایا بھی مگر ان کے سامنے شرمندہ نہیں کیا۔

بہرحال جس طرح اسلام کا ہر قانون تعلیمات کا ایک بحر بیکراں اپنے اندر لئے ہوئے ہے قانون زکوٰۃ کی بھی یہی حالت ہے ،نماز اور روزہ کی طرح اسلام میں زکوٰۃ بھی فرض ہے جو مالداروں سے لی جاتی ہے،اور غرباء کو دی جاتی ہے ۔قرآن مجید میں زکوٰۃ کیلئے بہت سی جگہ حکم فرمایا گیا ہے۔یہاں چند آیات درج کرر ہاہوں۔

(۱)خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا۔ان لوگوں کے مالوں سے صدقہ لواوران کواس صدقہ سے پاک بنادو۔

(۲)لن تنا لوا البر حتی تنفقوا مما تحبون،وما تنفقوا من

شئی فان اللہ بہ علیم۔یعنی نیکی ہرگز حاصل نہ کروگے جب تک اس میں سے خرچ نہ کروگے جسے محبوب رکھتے ہو اور جو کچھ تم خرچ کروگے خدا اس سے واقف ہے۔

(۳)ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاھم اللہ من فضلہ ھو خیرالھم بل ھو شر لھم سیطوقون مابخلوبہ یوم القیامہ ۔یعنی جولوگ بخل کرتے ہیں اس کے ساتھ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ بخل ان کیلئے اچھا ہے بلکہ یہ ان کیلئے برا ہے جس چیز کے سات وہ بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

(۴)والذین کنزون الذھب والفضلة ولا ینفوقنھا فی سبیل اللہ فبشر ھم بعذاب الیم،یوم یحیٰ علیھا فی نار جھنم فتکویٰ بھا حباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لا نفسکم فذوقو ماکنزتم تکفرون ۔یعنی جولوگ سونا چاندی جمع کر کے اللہ کی راہ میں صرف نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت سنادو کہ قیامت کے روز وہ آتش دوزخ میں تپائے جائیں گے اور ان سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا یہ وہ ہے جو تم نے اپنے نفس کیلئے جمع کیا تھا تو اب جو کچھ جمع کیا تھا اس کا مزہ چکھو۔

سرکارکون ومکاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ دی خدا نے اس سے شر دور کردیا۔(طبرانی شریف)فرمایا کہ جو میرے لئے چھ چیزوں کی کفالت کرے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں ۔عرض کیا وہ کیا ہیں ؟(۱)نماز(۲)روزہ(۳)زکوٰۃ
(۴)امنت(۵)شرمگاہ(۶)شکم۔فرمایا کہ جو شخص کھجور کے برابر حلال کمائی سے صدقہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دست راست سے قبول فرماتا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ حلال ہی کو قبول کرتا ہے۔(بخاری شریف ومسلم شریف)

فرمایا کہ صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا (بخاری شریف)فرمایا جو قوم زکوٰۃ نہ دے گی اللہ اسے قحط میں مبتلا کرے گا۔(طبرانی شریف)فرمایا کہ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی گئی وہ قیامت کے دن گنجا سانپ ہوگا مالک کو دوڑائے گا وہ بھاگے گا یہاں تک اپنی انگلیاں اس کے منہ میں ڈال دے گا ۔(رواہ احمد)فرمایا کہ جو شخص سونے چاندی کا مالک ہوا اور اس کا حق ادا نہ کرے تو جب قیامت کا دن ہوگا اس کے لئے آگ کے پترے بنائے جائیں گے اور ان پر جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی اور ان سے ان کی کروٹ اور پیشانی پیٹھ داغی جائے گی جب ٹھنڈے ہونے پر آئیں گے تو پھر ویسے ہی کردیئے جائیں گے یہ معاملہ اس دن کا ہے جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہوجائے ۔اب وہ اپنی راہ دیکھے گا خواہ جنت جائے یا دوزخ کی طرف(مسلم شریف)مذکورہ بالا آیات واحادیث سے ان مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے جو مالدار ہو کے زکوٰۃ نہیں دیتے اور غریب مسلمان کو انکا حق نہ دیکر ان کو آریہ اور عیسائی دشمنان اسلام کے دام ارتداد میں گرفتار کرادیتے ہیں اور اگر متمول مسلمان ہر سال باقاعدہ زکوٰۃ کا انتظام کریں تو امید ہے کہ ہندوستان کے تمام مفلس مسلمانوں کو قرض اور فاقہ کی مصیبت سے نجات مل جائے اور افلاس ہی کی وجہ سے بہت سے مسلمان مرتد ہوجاتے ہیں۔کاش مالدار مذکورہ بالا وعیدوں پر نظر کریں اور فریضہ زکوٰۃ ادا کر کے خدا اور رسول کی خوشنودی حاصل کریں۔

ضروری انتباہ :(۱)زکوٰۃ کے سلسلہ میں مالک نصاب وہ شخص ہے جو ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا کا مالک ہو یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کے سامان تجارت کا مالک ہو اور مملوکہ شئی حاجت اصلیہ سے زائد اور دین سے فارغ ہو۔

(۲)زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا گنہگار مردود الشہادۃ ہے۔(بہار شریعت)اور فتاویٰ عالمگیری جلد اول مصری ص۱۶۰رمیں ہے:"**تحت علی الفور عند الحول حتی یاثم بتاخیرہ من غیرہ عذر**"۔

(باقی صفحہ۳۵پر)

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی، جمشید پور

زکوٰۃ کے بنیادی مقاصد واجتماعی نظام

اسلامی زندگی میں زکواۃ کا مفہوم تزکیہ، پاکیزگی، صفائی، آفزائش، نشو نما اور فلاح کے ہیں۔ اسلام کے ارکان اربعہ میں سے زکوۃ جو ایک عظیم رُکن ہے قرآن وحدیث وشریعت نے تفصیل سے احکامات بیان کئے ہیں۔ زکواۃ کے داخلی اسرار واحکام کے بارے میں آئمہ اسلام نے مستقل کتابیں اور ابواب تحریر کئے ہیں۔ حکیم الامت سیدنا امام غزالی قدسرہ نے اپنی تصنیف احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت میں بڑی نفیس گفتگو فرمائی ہے۔ تفصیل کے لئے انکا مطالعہ کرنا چاہئے۔

انسان کی دولت میں کچھ چیزیں آ ہی جاتی ہیں کہ اسکا اخرت میں محاسبہ ہوتو آدمی ہلاک ہو جائے۔ اللہ کا اُمت مسلمہ پر خاص فضل واحسان ہے کہ ڈھائی فیصد مال نکال دینے سے وہ انہیں تباہیوں سے محفوظ فرما دیتا ہے اور مال پاکیزہ کر کے ذخیرہ آخرت بنا دیتا ہے۔ معاشرہ کا بھی تزکیہ ہے کہ اُمراء کی دولت جب غریبوں کے پاس جائے گی تو وہ ہاتھ پھیلانے سے اور دوسروں کی محتاجی سےمحفوظ ہو جائیں گے۔ خیال رہے سماج میں محتاجی ہی ساری برائیوں کی جڑ ہے کہ اسی سے اخلاقی بدحالی، سماجی تباہی، اخلاقی گراوٹ، تہذیبی پسماندگی، علمی افلاس اور جرائم کے جذبات وجود میں آتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ آپنے مومن بندوں کی ان تمام خرابیوں سے حفاظت کا کتنا شاندار انتظام فرما دیا ہے۔ آج بھی اگر سارے صاحبانِ نصاب زکواۃ نکالدیں تو کوئی مسلمان بھوکا، پیاسا، ننگا یا جاہل نظر نہ آئے گا۔ اسی کی ہلکی سی نظر دیکھنا ہوتو سکھوں میں دیکھئے کہ کوئی سکھ سڑکوں پر فقراء کی طرح بھیک مانگتا نظر نہ آئے گا۔ اس سے اُمراء کی معاشرتی اصلاح ہوتی ہے کہ زکوۃ میں جب رقمیں نکلتی رہیں گی تو افراطِ زر کی مصیبت درپیش نہ ہوگی بلکہ خدائی دی ہوئی نعمت (دولت) اُس کے بندوں میں گردش کرتی رہے گی۔ اس میں بہت سے فوائد اور حکمتیں ہیں، کاش مسلمان اسے سمجھ لے۔

زکوۃ کا حقیقی اور بنیادی مقصد تزکیہ نفس۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى (اَلّیل ۱۸۔۱۷) ترجمہ: اس جہنم سے دور رکھا جائے گا وہ شخص جو اللہ سے بہت ڈرنے والا ہے، جو آپنا مال دوسروں کو دیتا ہے، پاک ہونے کے لئے۔ دوسری جگہ ارشاد باری ہے خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (التوبہ) ترجمہ: اِن کے مالوں میں سے صدقہ لے کو، جس کے ذریعہ انہیں پاک کرو اور ان کو دُعا دو، بلاشبہ آپ کی دُعا ان کے لئے باعثِ اطمینان ہوگی اور اللہ سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔

حدیث پاک میں صدقہ و خیرات کی فضیلت:

حدیث پاک میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جو مال اِنسان صدقات وخیرات کی مدوں میں اللہ کی راہ میں دوسروں پر خرچ کرتا ہے وہی مال دراصل اسکا مال ہے اور جو مال وہ چھوڑ جاتا ہے وہ اس کے وارث کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ترجمہ: تم جو کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کروگے اللہ اسکا پورا پورا بدلہ دیگا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ مجھ سے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ لَا تُوْكِيْ فَيُوْكِيْ (متفق علیہ) تو ذخیرہ کر کے نہ رکھا کر تجھ پر وہ منجمد کر دیا جائے گا یعنی اگر تم خرچ کروگی تو اللہ دیتا رہے گا۔

زکوٰۃ کی اہمیت اسلام کا چوتھا بنیادی رُکن اور مالی عبادت ہے:

جب ایک صاحبِ نصاب مسلمان اپنے مال کی زکواۃ نکالتا ہے تو اسکے مال کے ساتھ اسکا دل بھی پاک وصاف ہو جاتا

ہے اور مال میں خیر و برکت آ جاتی ہے۔ زکواۃ بندے کا تعلق خدا سے جوڑتی ہے۔ زکواۃ کو حکومتوں کے ٹیکس کی طرح محض ایک ٹیکس نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ پوری خوش دلی کے ساتھ اس کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہئے۔ بندہ مومن مال کو اللہ کی امانت سمجھتا ہے اور وہ اپنے مولا و مالک کو راضی کرنے کے لئے اُسکے دیئے ہوئے مال کو اُسکی راہ میں خرچ کرنا اپنے لئے سعادت و نیکی کے حصول کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ قرآن کریم ترجمہ: اہلِ ایمان کو اس حقیقت کی جانب اسطرح متوجہ فرماتا ہے۔ سورہ آلِ عمران، آیت نمبر۹۲ رکوع ا پارہ ۴ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ترجمہ (کنزالایمان): تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچوگے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

زکوٰۃ کی اہمیت کا اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہوگا کہ یہ اسلام کے اُن پانچ ستونوں میں سے ایک ہے جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے۔ قرآن کریم میں جس کثرت اور توارد کے ساتھ نماز اور زکواۃ کا ساتھ ساتھ ذکر ہے کسی اور کا حکم اتنا نہیں ملتا۔ دل کو دہلا دینے والے عذاب کا ذکر بھی ہے۔ حضرت مولانا احمد رضا قدس سرہ نے زکواۃ کی اہمیت پر بڑی دلنشیں اور جامع روشنی ڈالی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں زکواۃ اعظم فرائض دین و اہم ارکان اسلام سے ہے۔ لہذا قرآن عظیم میں بتیس جگہ پر نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا: اور طرح طرح سے بندوں کو اس اہم فرض کی طرف بلایا اور صاف صاف فرما دیا کہ بوجھ نہ سمجھنا کہ زکواۃ دینے سے اتنا مال کم ہو گیا بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔ سورہ بقرہ یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَ یُرْبِی الصَّدَقٰتِ ترجمہ: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو۔ بعض درختوں میں کچھ اجزائے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہو جاتے ہیں کہ پیڑ کی اُٹھان کو روک دیتے ہیں۔ احمق نادان انہیں تراشنے سے منع کرتے ہیں کہ میرے پیڑ سے اتنا کٹ جائے گا کم ہو جائے گا۔ ہر عاقل ہوش مند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹنے سے یہ تو لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ مُرجھا کر رہ جائے گا، یہی حساب زکوتی مال کا ہے حدیث پاک میں ہے حضور پُرنور ﷺ فرماتے ہیں خَا لَطَتِالصَّدَقَۃُاَوْ مَالُالزَّ کَواۃ مَا لاَ اِلَّا اَفْسَدَتْہُ زکواۃ کا مال جس مال میں ملا ہوگا اُسے تباہ برباد کر دیگا (راواۃ البزار و بیہقی عن اُمُ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھما) دوسری حدیث محسنِ کائنات ﷺ فرماتے ہیں "خشکی و تری میں جو مال تلف ہوتا ہے وہ زکواۃ نہ دینے سے ہی تلف ہوتا ہے۔ اپنے مالک جل علاء پر اطمینان بھی نہیں کہ وہ فرماتا ہے زکواۃ دو تمہارا مال بڑھے گا۔ اگر دل میں اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کُفر ہے ورنہ تجھ سے بڑا احمق کون ہے جو اپنے یقینی نفع دین و دنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہاں کا زیاں (نقصان) مول لیتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم ۴۳۳ تا ۴۳۴ (اہمیت زکوۃ صفحہ ۲ تا ۳ مطبوع المجمع السلامی، مبارکپور)

زکوۃ کا اجتماعی نظم :

اسلامی زندگی میں جس طرح نماز اجتماعی طور پر ادا کی جاتی ہے اسی طرح زکواۃ کے لئے بھی اجتماعی نظم قائم کرنے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ زکواۃ کی وصولی اور تقسیم کا بہتر انتظام ہو سکے، اسلام کا تمام نظام اجتماعیت کے ساتھ مطلوب و پسندیدہ ہے۔ اسی طریقہ پر نبی ﷺ اور خلفاء کا عمل بھی تھا۔ اسی چیز کی طرف قرآن میں اشارہ کیا گیا ہے۔ ان کے مالوں میں سے زکواۃ وصول کر کے انکو پاک و صاف کر دو۔ (سورہ توبہ آیت ۱۰۳) نماز جس طرح جماعت اور مسجد کے بغیر بھی انجام پا جاتی ہے لیکن فرضیت کے بعض مقاصد سے دور ہو جاتی ہے۔ اس طرح زکوۃ بھی بیت المال کی مجتمع صورت کے علاوہ بھی ادا ہو جاتی ہے مگر اسکی فرضیت کے مقاصد فوت ہو جاتے ہیں۔ یہی سبب تھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں بعض قبیلوں نے یہ کہا کہ وہ زکواۃ بیت المال میں داخل نہ کریں گے بلکہ بطور خود اس کو صرف کر دیں گے۔ تو آپ نے اس تجویز کو قبول نہیں کیا اور بزور ان کو بیت المال میں داخل کرنے پر مجبور کیا۔ آج کروڑوں صاحبِ نصاب کی موجودگی کے باوجود

اجتماعی زکواۃ کا نظام نہ ہونے کی وجہ سے زکواۃ کو انفرادی طور پر صرف کرنے کا رواج عام ہو چکا ہے۔ اسکی وجہ سے آج مسلم معاشرہ میں کوئی خیر و برکت نہیں نظر آتی۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے مصارف :

مصارف زکوۃ کے سلسلے میں قرآنِ حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے(سورہ توبہ، آیت نمبر۶۰) زکواۃ تو ان ہی لوگوں کے لئے ہے جومحتاج اور نرے نادار ہوں۔ جواُسے تحصیل کر کے لائیں اور جن کے دِلوں کواسلام سے اُلفت دی جائے اور گردنیں(مصیبت سے نجات دلانے) چھوڑانے میں، قرض داروں کواور اللہ کی راہ میں اور مسافر کو یہ ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور االلہ علم وحکمت والا ہے (کنزالایمان)

عامل وہ لوگ ہیں جو زکواۃ وصول کرنے کے لئے بادشاہِ اسلام کیطرف سے مقرر ہوں۔ان کی تنخواہ زکواۃ سے دیجائے آگرچہ وہ غنی ہوں (بشرطِ سید ہاشمی نہ ہوں۔ سید حضرات اگر عامل (تحصیلدار) ہوں تو انہیں دوسرے مال سے تنخواہ دو زکواۃ سے نہ دو۔) یعنی وہ کفار جن کے ایمان کی اُمید ہو۔ یا وہ نومسلم جن کے دلوں میں ابھی ایمان جاگزیں نہیں ہوا ہے یا وہ سخت کا فرجس کے فتنے کا اندیشہ ہو۔ پہلی اور تیسری قسم خارج ہو چکی ہیں۔ دوسری صورت اب بھی مصرفِ زکواۃ ہے اس طرح کہ مکاتب غلام کو زکواۃ سے مال دو۔ مکاتب وہ غلام ہے جسے مولا نے کہہ دیا ہو کہ اتنا روپیہ دے دے تو تُو ازاد ہے۔یعنی بے سامان غازی ہو۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ زکواۃ صرف ان لوگوں کو دی جائے جو اسکے مستحق ہیں۔ لہٰذا مسجد، خانقاہ، مردے کے کفن میں نہ دی جائے ان کا کوئی مالک نہیں ہوتا۔مسافر گرچہ مالدار ہو مگر سفر میں تنگ دست ہو گیا ہو تو اُسے بھی زکواۃ دے سکتے ہیں(تفسیر نورالعرفاں صفحہ ۳۱۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور حکم الٰہی:

نبی ﷺ جب صدقات تقسیم فرماتے تو بیمار دل لوگ طرح طرح کے اعتراضات کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے صدقات کے مستحقوں کا ذکر فرما کر معتراضین کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا کہ مبادا کسی وقت کوئی مسلمان اس مَد کی امدنی کو بے جا صرف نہ کرنے لگے۔ نیز زکواۃ شریعت اسلامیہ کا ایک اہم ترین(چوتھا) رُکن ہے اس لئے بھی اس کو وضاحت سے بیان کرنا ضروری تھا۔ زکواۃ کے یہ آٹھ(۸) مصارف سورہ توبہ کی مذکورہ آیت ترجمہ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ **فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہ** یہ ایک جامع اصطلاح ہے جہاد سے لے کر دعوتِ دین اور تعلیم دین کے سارے کام ”فی سبیل للہ“ کے حکم میں داخل ہیں ائمہ سلف کی بڑی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ یہاں فی سبیل للہ سے مُراد جہاد فی سبیل للہ ہے اور اس کا اِطلاق اُن تمام کوششوں پر ہوتا ہے جو کلمتہ للہ کو بلند کرنے اور اللہ کے دین کو غالب آنے کے لئے کی جائیں خواہ و اشاعت دین اسلام کیلئے کی جائیں۔ امام اہلسنت نے فروغ دین وعقائد کیلئے دس نکاتی پروگرام تحریر فرمایا ہے۔

۱۔عظیم اشان مدارس کھولے جئیں۔ با قاعدہ تعلیمیں ہوں۔

۲۔طلباءکووظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں

۳۔اُن میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلائے جائیں کہ تحریرًاوتقریرًا ووعظًا ومناظرۃً اسعت دین و مذہب کریں وغیرہ وغیرہ۔

حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”آخر زمانہ میں دین کا کام بھی درھم و دینار سے چلے گا“ اور کیوں نہ ہو کہ صادق ومصدوق ﷺ کا کلام ہے(فتاویٰ رضویہ جلد۱۲صفحہ ۱۳۳) علامہ یوسف القرضاوی نے فی سبیل للہ کے ضمن میں لکھا ہے۔موجودہ حالات میں بھی فی سبیل للہ سے جو اولین دور کی اہم ترین چیز مُراد لی جائے گی وہ ہے صحیح اسلامی زندگی کا احیا جو اسلام کے تمام احکام وعقائد، تصورات شعار، شرعی قوانین اور اخلاق و اداب روبکار لانے کیلئے ہو۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہم تمام مسلمانوں کو زکوۃ کے مسائیل صحیح طرح سے سمجھنے اوراس پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطاء فرمائے۔آمین ثمہ آمین

☆☆☆

از: حضرت علامہ بدرالقادری (ہالینڈ)

مصلح اہل سنت حضرت علامہ مولانا الحاج قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری

(علیہ الرحمۃ الرضوان) قندھار شریف، ضلع ناندیڑ، حیدر آباد (دکن)

نام ونسب:

مصلح اہل سنت حضرت مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری جنہیں گھر کی بزرگ عورتیں پیار سے ''محبوب جانی'' کہا کرتی تھیں۔ صبح صادق، بروز پیر ۱۱/ربیع الاول ۱۳۳۶ھ قندھار شریف ضلع ناندیڑ، ریاست حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام نامی غلام جیلانی تھا، جنہوں نے گھریلو تعلیم کے علاوہ حکومت دکن کے تحت امامت کا امتحان پاس کیا تھا۔ نہایت دیندار صوفی باصفا خطیب عالم تھے۔ اپنے وطن کے اندر قلعہ کی مسجد اور دیگر مساجد میں ۵۵/سال تک امامت وخطابت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیتے رہے، پاکستان پہنچ کر ۲۵/نومبر ۱۹۵۵ء کو کراچی میں انتقال فرمایا اور میوہ شاہ قبرستان میں مدفون ہوئے۔ علم وادب کے قدر داں اور علماء وسلف کے جوہر شناس تھے۔ حافظ ملت علیہ الرحمہ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ (ایک لین چھوٹا ہوا ہے)

مصلح اہل سنت کے اباء واجداد شرفاء دکن میں سے تھے اور پشتہا پشت سے خدمت دین اور فروع اسلام کے فرائض سر انجام دیتے آرہے تھے، شاہان سلف نے انہیں جاگیریں دے رکھی تھیں اس لئے ''انعامدار'' کہلاتے تھے۔ جاگیریں ان کے معاش کا ذریعہ تھیں خاندانی شجرہ اس طرح ہے حضرت قاری مصلح الدین بن غلام جیلانی بن محمد نورالدین بن شاہ محمد حسین بن شاہ غلام جیلانی عرف شبرا استاد (آپ فضیلت گنج بہادر مولانا انوار اللہ خان کے استاد عربی ہیں) بن شاہ غلام محی الدین بن شاہ محمد یوسف بن شاہ محمد یوسف۔

صدر الشریعہ کا فیضان علمی وروحانی: مصلح اہل سنت کے مقدار میں اسلام اور سنیت کی عظیم خدمات لکھی تھیں، اسی لحاظ سے رب تعالیٰ نے ان کی تعلیم وتربیت کے وسائل پیدا فرمائے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ برصغیر ہندوپاک میں چودھویں صدی ہجری کے آخری ۷۵/سالہ دور کو خلفائے امام احمد رضا بریلوی بالخصوص صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی اور ان کے تلامذہ نے اسلاف کرام کے طریقہ پر تعلیم وتربیت سے بہرہ ور کرنے میں مثالی کارنامے انجام دیئے ہیں۔

جنہیں سیراب کرنے بدلیاں رحمت کی آتی ہیں

:(حافظ ملت علیہ الرحمہ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے دور میں صدر الشریعہ سے حصول علم فرمارہے تھے۔ اسی دور کی بات ہے) قندھار شریف ریاست حیدرآباد کے ایک بزرگ مولانا سید شاہ اسماعیل صاحب قبلہ خاندانی مرشد تھے، اس علاقے میں ان کے اہل ارادت کی خاصی تعداد موجود تھی، سید صاحب ہر سال عرس خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے موقع پر، پابندی سے اجمیر مقدس حاضری دیتے تھے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے بھی پیر صاحب قبلہ کے گہرے مراسم تھے۔ انہوں نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے درخواست کی کہ رمضان المبارک کے موقع پر قندھار شریف کے تعلقہ شہر میں کسی اچھے حافظ قرآن کو روانہ فرمائیں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے شاگرد رشید ''حافظ ملت'' کو قندھار روانہ فرمایا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے قندھار پہنچ کر صرف قرآن مجید نہیں سنایا بلکہ نہ جانے کتنے قلوب کی محرابوں کو بیداری فکر کی دولت عطا کردی۔ قندھار شریف، محراب سنانے کے بہانے حافظ ملت کی تشریف ارزانی کا سلسلہ پانچ سال یا اس سے زیادہ قائم رہا اگر ہم یہ کہیں کہ حافظ ملت سال میں ایک ماہ ایک ایسے روحانی پودے کی داشت وپرداخت کے لئے صرف کیا کرتے تھے۔ جسے اگر چل کر ''مصلح دین'' اور

"مصلح ملت" بنناتھا تو غلط نہ ہوگا۔اس کمسن بچے کے ضمیر میں قرآن عظیم کے نور کے ساتھ ساتھ اخلاق قرآن کی حلاوتیں کس طرح اتریں اسے خود قاری صاحب کی زبان سے سنیئے: "ہمارے خاندان میں ایک مولانا علیم الدین صاحب تھے،ان کو میں قرآن کریم سنایا کرتا تھا تو انہوں نے کہا کہ میں باہر جارہاہوں لہٰذا آپ ان (حافظ ملت حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالعزیز مبارکپوری علیہ الرحمہ) کو قرآن کریم سنائیے۔میں ان کو قرآن کریم سنانے کیلئے گیا تو انہوں نے بڑی شفقت کا اظہار کیا اور بڑی اچھی اچھی باتیں کیں میں نے گھر آکر اپنی والدہ کو بتایا اور والدہ نے والد سے کہا،آپ جائیے ایسے بزرگ اور شفیق آئے ہیں ،ان سے ملاقات کریں۔والد صاحب آئے اوران سے بہت متاثر ہوئے اور کہا اپنی آخرت کی درستگی کیلئے میں نے اپنے بچے کو حفظ قرآن کی طرف لگایا ہوا ہے۔آپ (حافظ ملت علیہ الرحمہ) نے مشورہ دیا،بچے کی تعلیم کے لئے دو چیزیں بہت ضروری ہیں یا تو اس شخص سے پڑھایا جائے جس کو خودغرض ہو یا وہ پڑھا سکتاہے جس کو درد ہو اور باپ سے زیادہ غرض بھی کسی کو نہیں ہوسکتی اور باپ سے زیادہ درد بھی کسی کو نہیں ہوتا بہتر یہی ہے کہ آپ خود پڑھائیں"

اندازہ ہوتاہے کہ قاری مصلح الدین صاحب علیہ الرحمہ کی عمر اس وقت آٹھ یا نو سال رہی ہوگی۔اس وقت حضور حافظ ملت بھی جامعہ معینیہ اجمیر شریف میں مصروف درس تھے۔اس پہلی ملاقات نے قاری مصلح الدین صاحب اوران کے والدین کریمین کے دل میں حافظ ملت علیہ الرحمہ کی شفقت ومروت اور اخلاص ومحبت کے وہ انمٹ نقوش ثبت کیے جو تاریخ کا ایک عظیم الشان دور بن کر ابھریں۔وہ اس طرح کہ اس کم سن بچے کے تحفظ قرآن کا سلسلہ حافظ ملت کی ہدایات کے مطابق خود اس کے والد کے ذریعہ شروع کرادیا گیا اور پانچ سال کے عرصے میں وہ بچہ حافظ قرآن بن گیا وہ کس طرح قاری صاحب خود فرماتے ہیں:

"سال بھر میں پانچ پارہ ناظرہ،استاذ صاحب پڑھادیا کرتے تھے،اور والد صاحب مجھے وہ پانچ پارے یاد کرادیا کرتے تھے اور اگلے رمضان میں استاذ مکرم (حافظ ملت) وہاں سے آتے تھے وہ سن بھی لیا کرتے تھے اوراس میں جو غلطیاں ہوتی تھیں وہ درست بھی کرادیا کرتے تھے اس طرح پانچ سال میں حفظ کرلیا"

مصلح الدین چودہ سال یا اس سے بھی کم عمر ہی میں حافظ قرآن بن گیا اور حافظ ملت نے اس کے سر پر دستار باندھی۔تکمیل حفظ کے بعد حضرت قاری صاحب پرائمری اسکول میں داخل کرادیئے گئے۔ آپ اپنے والدین کے اکلوتے چشم وچراغ تھے،اس لئے وہ لوگ انہیں آنکھوں سے اوجھل نہیں کرنا چاہتے تھے۔مگر حافظ ملت جیسے روحانی اور عرفانی باغباں نے قاری صاحب کے باطن میں علوم دینیہ اور عرفان وحق شناسی کے جو بیج بوئے تھے اسے پروان تو چڑھنا تھا۔اسکول کی تعلیم بھی قاری صاحب نے نہایت سرعت سے حاصل کی اور اپنی ذہانت اور ذکاوت سے دودو درجات ایک سال میں طے کیے تاکہ جماعت ہفتم میں جا پہنچے۔حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی سرپرستی اور ہدایت کے زیر سایہ قاری صاحب نے جب تکمیل حفظ کلام اللہ کر کے درجہ ہفتم تک کی پرائمری تعلیم بھی پالی،اور اس وقت تک سن شعور کی دہلیز تک پہنچ گئے تو انہوں نے قاری صاحب کو ان کے والدین سے اپنی روحانی اور علمی فرزندی میں پروان چڑھانے کے لئے مانگ لیا۔اس واقعہ کو قاری صاحب کی زبان ہی سے ملاحظہ کیجئے:

"استاذ مکرم کا مسلسل اصرار رہا کہ جس طرح آپ نے اپنے لڑکے کو حافظ قرآن بنایا ہے اسی طرح اسے عالم دین بھی بنائیے۔چونکہ میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا تھا اس لئے باہر بھیجنے کے لئے والدہ ماجدہ راضی نہ تھیں۔البتہ والد صاحب کچھ راضی تھے بہر حال قسمت میں لکھا تھا یہ دونوں حضرات راضی ہوگئے اور میں اپنی دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے مبارکپور اعظم گڑھ روانہ ہوا۔اس وقت استاذ مکرم حافظ ملت مولانا عبد العزیز مبارکپوری (علیہ الرحمہ) فارغ التحصیل ہوکر مبارکپور میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز تھے اور میں نے وہاں جاکر تعلیم حاصل کی اور اس تعلیم کا سلسلہ تقریباً آٹھ سال تک رہا"

دستار بندی: مصلح اہل سنت اپنی پوری تعلیم مبارکپور میں مکمل کی اور حافظ ملت کچھ روز کے لئے مبارکپور چھوڑ کر ناگپور تشریف لے گئے تو وہاں دورۂ حدیث پڑھ کر فضیلت حاصل کی قاری صاحب کے انٹرویو میں ہے:

''اور یہیں سے فراغت حاصل کی البتہ دستار بندی اس وقت وہاں نہ ہوسکی۔اس لئے کہ ۱۹۴۲ء میں گاندھی کا ستیہ گرہ شروع ہوا تھا۔جس کی وجہ سے مدارس بھی بند رہے۔ٹرینیں بھی الٹ دی گئیں۔لائنیں بھی اکھاڑی گئیں۔آمد ورفت بہت دشوار ہو چکی تھیں اتفاق سے میں اس سے کچھ پہلے ہی اپنے گھر چلا گیا تھا۔تقریباً کئی مہینے یہ سلسلہ جاری رہا۔والد محترم نے ہمیں پھر دوبارہ جانے نہیں دیا اور کہا تم یہاں رہو۔اسی عرصہ میں میری شادی ہوئی اور شادی کے بعد پھر معاش کی فکر لگی۔اتفاق سے استاذ محترم (حافظ ملت علیہ الرحمہ) مبارکپور سے کچھ اختلاف کی وجہ سے ناگپور تشریف لے آئے۔وہاں سے دورۂ حدیث جاری ہو چکا تھا''

استاذ مکرم نے خط لکھا کہ:''تمہارے جتنے ساتھی ہیں سب واپس آچکے ہیں اور کچھ آنے والے ہیں،بہتر یہی ہے کہ تم بھی یہاں آکر دورۂ حدیث کی تکمیل کرو اور اس کے بعد جہاں بھی تمہارے روزگار کا ارادہ ہو وہاں جاسکتے ہو۔'' چنانچہ میں ناگپور آیا اور وہاں تین چار مہینے درس حدیث کی تکمیل کی اس کے بعد دستار فضیلت کا جلسہ ہوا جو ۱۹۴۳ء میں ہوا۔

والدہ کا انتقال اور ناگپور میں تقرری: حضرت مصلح اہلسنت ناگپور سے دستار بندی کے بعد ابھی اپنے وطن نہیں گئے تھے بلکہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور دیگر اساتذہ کرام کی خدمت ہی میں تھے کہ انہیں ان کی والدہ کی علالت کا ٹیلیگرام ملا اور وہ فوراً چل پڑے والدہ ماجدہ عرصہ سے علیل رہتی تھیں۔ایک ماہ کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔حضرت قاری صاحب مبارکپور سے ۱۹۴۲ء میں آنے کے بعد ہی چونکہ ازدواجی بندھن سے منسلک ہو چکے تھے اور گھر میں ایک بیٹی بھی تولد ہو چکی تھی۔اس لئے انہیں ذریعہ معاش کی فکر لاحق ہوئی ضعیف باپ اور اہل وعیال کے خیال سے انہوں نے حیدرآباد ہی کے اندر کوئی ملازمت تلاش کی مگر جس ماحول میں ان کی ذہنی وفکری اور علمی نشو ونما ہوئی تھی اس کے لحاظ سے دکن کا ماحول مختلف تھا۔

خود حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ بھی قاری صاحب کو بے حد پیار کرتے تھے اس لحاظ سے ان کی یہ بھی خواہش تھی کہ وہ حضرت سے قریب ہی کہیں رہ کر علمی مشاغل کو جاری رکھیں چنانچہ ان کی خواہش کے مطابق قدرتی طور پر ناگپور ہی میں قاری صاحب کے لئے ایک جگہ نکل آئی،اس طرح وہ پھر حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اپنے محسن ومربی کے قریب پہنچ گئے،خود فرماتے ہیں:

''بہر حال ہم کوشش میں تھے کہ حیدرآباد دکن میں کہیں کوئی نہ کوئی سروس مل جائے لیکن اسی اثناء میں ناگپور میں جامع مسجد کی جگہ خالی تھی،تو مفتی عبد الرشید خاں صاحب جو وہاں کے بانی تھے ادارے کے تو انہوں نے حافظ ملت سے کہا ''ان کو یہاں بلا لیجئے،وہ یہاں کے لئے موزوں ہوں گے''استاذ مکرم نے حیدرآباد دکن خط لکھا آپ جو کچھ بھی وہاں کوشش کر کرہے ہیں،بہر حال کوشش کرتے رہیں،البتہ یہاں ایک جگہ خالی ہے اور ہمارا خیال ہے کہ آپ یہاں آئیں گے تو آپ ہمارے قریب بھی رہیں گے۔چنانچہ والد صاحب سے اجازت لے کر میں ناگپور گیا۔وہاں جانے کے بعد ایک جمعہ وہاں پڑھایا،تو انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہیں ہمارے لئے خوشی کی بات ہے کہ یہ یہاں پر امامت وخطابت کرتے رہیں۔چنانچہ میں وہاں امام مقرر ہوا اور وہاں پانچ سال تک خطیب رہا۔''

جامع مسجد سکندرآباد کی خطابت: اتحاد المسلمین کے عروج کا دور تھا سید تقی الدین صاحب اور صدر یار جنگ کے توسط سے قاری صاحب سکندرآباد مسجد کے خطیب مقرر ہو گئے شہر حیدرآباد کے نواحی شہر سکندرآباد کی اس جامع مسجد کے ہر چہار جانب آریہ سماجی متعصب غیر مسلم کثرت سے آباد تھے اور مسلمان اقلیت میں تھے اس لئے وہاں اکثر ہندو مسلم فسادات ہوا کرتے

تھے۔اس جامع مسجد کی بنیاد حضرت مولانا قاری عثمان علی شاہ قادری نے رکھی تھی اور مدتوں انہی کے خانوادہ کے علماء وہاں امامت کرتے آرہے تھے۔تقسیم ہندو پاک کے زمانے میں دکن کے سیاسی افق پر بھی نمایاں تبدلیاں رونما ہوئیں اورنواب بہادر یار جنگ نے وہاں کے مسلمانوں کو متحرک کرنے کیلئے مجلس اتحاد المسلمین کی بنیاد رکھی تھی۔آج بھی اتحاد المسلمین پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی نمایاں تنظیم ہے۔قاری صاحب نے اس پر آشوب دور میں اپنی مجاہدانہ تقاریر کا سلسلہ شروع کیا۔مہاجر مسلمانوں کے لٹے پٹے قافلے حیدرآباد میں آکر پناہ لے رہے تھے۔حیدرآباد دکن ایک آزاد مسلم ریاست تھی اس لحاظ سے مسلمان اسے اپنی ایک پناہ گاہ خیال کرتے تھے۔قاری صاحب فرماتے ہیں:''اتحاد المسلمین نے جو اپنا محاذ بنایا تھا،اس کے لحاظ سے خطباء بھی مقررین بھی سیاسی موضوع پر بولنے لگے تھے۔چونکہ جوش تھا اور میں خود بھی بڑی پر جوش تقریر کرتا تھا،اور جمعہ کے خطبوں میں وزیر عبدالحمید خان بھی آیا کرتے تھے اور اطراف میں بڑی بڑی چھاؤنیاں تھیں وہاں کے بڑے بڑے عہدیداران وافسران بھی آیا کرتے تھے تو میں نے وہاں ڈیڑھ سال تک خطابت بھی کی اور وہاں حیدرآباد میں پڑھاتا بھی رہا۔پھر وہاں حیدرآباد کے خلاف ہنگامہ بھی ہوا،ہنگامے کے وقت عجیب وغریب کیفیت تھی۔''

سقوط حیدرآباد اور قاری صاحب کا سفر پاکستان:سقوط حیدرآباد سے قبل دکن کے مسلمانوں نے پولیس ایکشن کے نام پر کی گئی زیادتی کے جواب میں جو مدافعانہ قدم اٹھایا اس میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ہندوستانی فوج سے مقابلہ کرتے ہوئے سات لاکھ مسلمان شہید ہوئے دور طالب علمی میں حضرت مفتی ظفر علی نعمانی صاحب حضرت قاری صاحب کے جگری دوست تھے۔دونوں ایک دوسرے سے والہانہ تعلق رکھتے تھے۔مبارکپور سے حافظ ملت نے جب ناگپور کا سفر کیا تو وہ اس وقت ناگپور بھی گئے۔وہ پاکستان پہلے ہی آچکے تھے سقوط حیدرآباد کے بعد حضرت قاری صاحب کو پاکستان بلوانے کے سلسلہ میں انہوں نے سلسلہ جنبانی (بہت محنت) کی جس کے نتیجہ میں قاری صاحب کراچی آگئے۔قاری صاحب کے ذاتی انٹرویو کی روشنی میں سفر کی کچھ باتیں یہ ہیں:

''سقوط حیدرآباد کے چار ماہ ۱۹۴۹ء میں بحری جہاز کے ذریعہ قاری صاحب کراچی پہنچے۔پورٹ پر مفتی ظفر علی نعمانی صاحب نے ان کا استقبال کیا اور انہیں اپنے مدرسہ میں لاکر اتارا۔اس کے ایک ماہ بعد سے قاری صاحب نے اخوند مسجد کی امامت وخطابت شروع کی۔''

پاکستان میں خطابت وتدریس:اخوند مسجد کی خطابت کے دور میں ہی حضرت مولانا مفتی مظہر اللہ صاحب دہلوی کے نام سے آرام باغ میں دارالعلوم مظہریہ میں قاری صاحب نے تدریس بھی شروع کردی۔اس وقت حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب آگرہ صدر مدرس تھے قاری صاحب ان کے نائب کی حیثیت سے درس دیتے تھے۔واہ کینٹ جامع مسجد کی خطابت سنبھالنے سے قبل تک آپ اس دارالعلوم سے وابستہ رہے۔واہ کینٹ سے واپس آکر آپ نے اخوند مسجد کی امامت سنبھال لی۔اس وقت دارالعلوم امجدیہ بن چکا تھا۔کچھ عرصہ بعد امجدیہ سے وابستہ ہوگئے اور یہ وابستگی آخری عمر تک قائم رہی۔

حضرت قاری صاحب دارالعلوم امجدیہ کے محض ایک مدرس ہی نہیں تھے بلکہ انہیں اس ادارے سے قلبی لگاؤ تھا،اپنی علالت کے زمانے میں بھی دارالعلوم ضرور جاتے تھے۔۲۸راپریل کو انہیں جب ہارٹ اٹیک ہوا اور ڈاکٹروں نے آنے جانے پر پابندی عائد کردی تو قاری صاحب نے پہلے تو پندرہ روز کی پھر اس کے بعد ڈیڑھ ماہ کی رخصت حاصل کی۔مگر طلبہ کے تعلیمی نقصان کا خیال کر کے قاری صاحب نے دارالعلوم کے ارکان کو اپنا استعفیٰ نامہ پیش کردیا انتظامیہ (دوسطر نہیں ہے) کہ گذشتہ دنوں میں بعض اوقات جب کبھی میری طبیعت خراب بھی رہتی تھی جب بھی میں دارالعلوم امجدیہ جاتا تھا کیونکہ یہ میرے پیرومرشد کا مدرسہ ہے۔''

بیعت:حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ نے اپنی پوری

زندگی کو حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی ہدایات کے مطابق استوار کیا۔ابتدائی تعلیم سے لے کر تکمیل دورہ حدیث تک اور روحانی میدان میں داخل ہونے کے لئے بھی ان کے مرشد اولین حافظ ملت ہی تھے وہ حافظ ملت کے سانچے میں ڈھل جانا چاہتے تھے ۔دوسری جانب حضور حافظ ملت کو ان سے اس قدر والہانہ پیار تھا کہ وہ انہیں اپنے مربی و مقتداء اور مرشد کامل کے دامن سے بلا واسطہ مربوط کرنا چاہتے تھے۔

قاری صاحب فرماتے ہیں:''میری عمر تقریباً ۲۱ رسال یا اس سے کچھ کم تھی،اس وقت میں ہدایہ کا امتحان دے چکا تھا،استاذ مکرم (حافظ ملت) سے ہم نے کہا کہ حضرت ہمیں مرید بنا دیجئے،تو انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں وقت پر تمہیں لے چلوں گا۔جیسے ہی امتحان سے فارغ ہوئے تو مجھے اور میرے ساتھ مولانا سید عبدالحق جو انڈیا میں پیر طریقت کے نام سے مشہور ہیں،ہم دونوں سے کہا کہ تم لوگ تیار ہو جاؤ میں تمہیں لے چلتا ہوں صدر الشریعہ سے بیعت کرنے کے لئے،چنانچہ راستہ میں ہمیں،پیر کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے بتاتے رہے مغرب کے بعد گاڑی پہنچی۔حضرت (صدر الشریعہ) سے ملاقات ہوئی۔حافظ ملت نے حضرت سے عرض کی کہ میں ان کو سلسلہ میں داخل کرنے کے لئے لایا ہوں،حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے،عشاء کی نماز کے بعد حضرت نے ہمیں اپنی غلامی میں لے لیا،یہ تقریباً ۱۳۵۸ھ کا واقعہ ہے۔''

اس طرح حضور حافظ ملت نے قاری صاحب اور مولانا سید عبدالحق صاحب کھروی کو گھوسی ''قادری منزل'' لے جا کر خود حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ حکیم ابوالعلاء امجد علی قادری رضوی قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت کرایا،قاری صاحب کے شجرہ شریف پر شعبان ۱۳۵۸ھ تحریر ہے۔

سلسلہ بیعت کے علاوہ حافظ ملت علیہ الرحمہ کی کرم فرمائیوں سے ان حضرات نے حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے بخاری شریف کی آخری حدیث کا سبق بھی پڑھا اور شرف تلمذ حاصل کیا۔اپنے ان محبوب تلامذہ کو صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے شرف تلمذ دلانے کے لئے بھی حافظ ملت نے ان کے ساتھ گھوسی کا سفر فرمایا۔

خلافت: جس ہونہار بچے نے کمسنی میں حافظ ملت علیہ الرحمہ کے ہاتھوں علم کی چاشنی پائی تھی اور انہی کی زیر تربیت مبارکپور میں علوم اسلامیہ کی آگہی میں لگاؤ ہوا تھا۔شعور کی پختگی کے ساتھ اس میں توجہ الی اللہ اور سلوک کی راہ پر چلنے کا اشتیاق خود بخود ابھر نے لگا۔چنانچہ بیعت کے بعد ایک مرتبہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ مبارکپور تشریف لائے تو قاری صاحب نے خدمت میں التجا کی کہ مجھے کچھ وظیفہ وغیرہ تعلیم فرمائیں۔

حضور صدر الشریعہ نے مسکرا کر جواب دیا:

''یہ جو کچھ کام (حصول علم دین) آپ کر رہے ہیں آپ کے لئے یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے۔انشاء اللہ آگے چل کر میں آپ کو وظیفہ بتاؤں گا۔''

ناگپور کے زمانہ خطابت میں حضرت قاری صاحب کو اپنے پیر و مرشد سے ملاقات کے مواقع ملتے رہے اور وہ اپنی روحانی ارتقائی منازل پر گامزن رہے۔جامعہ رضویہ کا سالانہ اجلاس ہوا۔حضرت صدر الشریعہ کی تشریف آوری ہوئی۔پروانوں کی بھیڑ میں حضرت قاری صاحب نے بھی قدم بوسی کا شرف پایا۔اختتام جلسہ کے بعد حضرت چھلواڑاہ کے لئے روانہ ہوئے اور قاری صاحب کو بھی ہمراہ چلنے کا حکم فرمایا۔وہاں پہنچ کر جناب حاجی عبد القادر صاحب کے دولت کدہ پر بزم نعت پاک کا انعقاد ہوا۔حضور صدر الشریعہ کے جلو میں حضرت مولانا اشرف علی قادری اور مولانا نثار احمد مبارکپوری بھی موجود تھے۔جب رسول کی سرمستی کا عالم تھا،لوگوں پر کیف و سرور چھایا ہوا تھا اور آنکھیں نم تھیں۔نعت خواں حضرات حضور سرور عالمیان محبوب رب العالمین ﷺ کی شان میں قصائد پڑھ رہے تھے اور مجلس پر وجد طاری تھا۔اتنے میں حضرت قاری صاحب اپنی جگہ سے اٹھ کر پیر و مرشد کے روبرو پہنچے اور عرض گزار ہوئے کہ سرکار! آپ کے وسیلہ سے حضرت جامی علیہ الرحمہ کے اشعار کا سہارا لے کر میں بھی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کچھ

عرض کرنا چاہتا ہوں۔

پیرو مرشد نے اجازت دے دی، پھر کیا تھا حضرت قاری صاحب نے اپنے محبت وعقیدت بھرے لہجے میں: ع

غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے

عشق رسول ﷺ کے سوز وگداز نے قاری صاحب کی آواز کو تیر ونشتر بنادیا تھا، ہر سینہ چھلنی اور ہر قلب بے قرار ہوا تھا حضرت خود بھی روئے اور قاری صاحب نے بھی ہچکیاں بھر کر نعت ناتمام چھوڑ دی۔ حضور صدر الشریعہ یہ دیکھ کر اپنی مسند سے اٹھے اور قاری صاحب کو بٹھالے اور اسی روز اپنی خلافت سے سرفراز کیا۔ حضرت قاری صاحب کہنے لگے حضرت! میں اس لائق نہیں ہوں یہ بوجھ بھلا میں کیسے برداشت کرسکتا ہوں، فرمایا! جس کا کام ہے وہی اٹھائے گا یہ واقعہ ۱۹۴۶ء کا ہے۔ اس وقت حضرت قاری صاحب کی عمر تقریباً ۲۹ رسال تھی۔

اس کے علاوہ آپ کو شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مصطفٰے رضا خاں صاحب بریلوی قدس اسرارہم نے ۱۳۷۶ھ میں اپنی خلافت سے سرفراز کیا۔ نیز ضیاء الامت حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب مدنی خلیفہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ مقیم مدینہ منورہ کی طرف سے بھی حضرت قاری صاحب قبلہ کو سلسلہ قادریہ، رضویہ، سلسلہ سنوسیہ سلسلہ شاذلیہ، سلسلہ منوریہ، سلسلہ معمریہ اور سلسلہ اشرفیہ کی اجازت وخلافت سے نوازا گیا۔

حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی اور مصلح اہلسنت: اپنی مودبانہ شرست (سادہ طبیعت) اور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی اعلیٰ تربیت کے طفیل قاری صاحب کو شیخ العرب والعجم حضرت علامہ ضیاء الدین احمد مدنی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بڑا قرب حاصل تھا، بلکہ وہ ان کے فرزند کی طرح تھے۔ قاری صاحب مدینہ طیبہ حاضری کے دوران مسجد نبوی شریف کے بعد سب سے زیادہ وقت حضرت کی خدمت میں دیتے اور حضرت کی خانقاہ ہی میں قیام کرتے اور خود حضرت کا یہ عالم تھا کہ وہ بھی حضرت قاری صاحب کو بہت پیار کرتے تھے اور مجلس ہوتی تو قاری صاحب سے زیادہ نعت سماعت فرماتے تھے۔ مدینہ طیبہ کی ملاقات کے دوران قاری صاحب نے راقم الحروف کو بتایا کہ حضرت ضیاء الملت علیہ الرحمہ اپنے کرم خاص سے فرماتے ہیں کہ میرے تمام مریدیں آپ کے ہیں۔

واہ کینٹ کی خطابت: پاکستان کے اکابر علماء اہلسنت کی نگاہ میں حضرت قاری صاحب کی کتنی وقعت اور قدرومنزلت تھی اس کا اندازہ لگانے کے لئے ایک واقعہ حاضر خدمت ہے۔ علامہ عبد الحامد بدایونی محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد لائلپوری، حضرت مولانا عارف اللہ شاہ صاحب اور حضرت پیر صاحب دیول شریف، غازئ دوراں علامہ احمد سعید کاظمی، پیر طریقت علامہ سید قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اہلسنت کی ٹھوس بنیادی خدمات کے لئے آپ پر بے حد اعتماد کرتے تھے۔

واہ کینٹ کی جامع مسجد پاکستان میں بڑی مرکزی مساجد میں شمار ہوتی ہے جہاں بدمذہب گھسنے کی کوشش کرتے رہے۔ ایک مرتبہ وہاں کے لئے امام کا تقرر ہونے والا تھا، جس کے لئے بڑی تعداد میں امیدوار تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ نے قاری صاحب کو ٹیلی گرام بھیجوایا کہ آپ اخوند مسجد میں کسی کو اپنی جگہ رکھ کر واہ کینٹ مسجد کی امامت کیلئے انٹرویو میں ضرور تشریف لے جائیں، دوسری طرف سے حضرت مولانا عارف اللہ شاہ صاحب اور پیر صاحب دیول شریف نے بھی اسی مقصد کیلئے قاری صاحب کو ٹیلی گرام (دوسطر چھوٹا ہوا ہے) نے اس معرکہ کو کسی طرح سر کیا اور صرف ڈیڑھ سال کے قلیل عرصے میں کتنی مقبولیت حاصل کی اور لوگوں کے دلوں میں کیسا مقام پیدا کیا کہ اس کے بعد جب انہیں اپنی کچھ ذاتی دشواریوں کے باعث وہاں کی خطابت سے ہٹنا پڑا تو وہاں کے لوگ دھاڑے مار مار کر روتے تھے اور قاری صاحب کی راہ میں آنکھیں بچھاتے تھے۔ فیکٹری کی اس شاندار جامع مسجد میں ائمہ کو مسجد کمیٹی کے لوگ خود ہی تقریر کا موضوع دیتے تھے اور

ائمہ کو ان ہی موضوعات پر تقریر کرنی ہوتی تھی۔حضرت قاری صاحب کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ ہر موضوع کو عشق رسول ﷺ ،اور محبت مصطفٰی ﷺ کے سانچے میں ڈھال لیا کرتے تھے اور قرآن واحادیث کے حوالوں میں جب درد وسوز بھری آواز سے نعت حبیب ﷺ پڑھتے تھے تو سننے والوں پر وجدانی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی۔

وہاں تقرری سے لے کر سبکدوشی تک کے واقعہ کو قاری صاحب خود بیان کرتے ہیں:''ان حضرات کا اصرار تھا کہ آپ وہاں خود جائیں۔چنانچہ میں وہاں پہنچا،بارش بڑی شدید تھی۔بہر حال شام کے وقت میں وہاں پہنچا اور اس وقت مولانا عارف اللہ صاحب نے گاڑی کا بندوبست کیا اور ہم رات کو واہ کینٹ پہنچے اور وہاں رات کو سرکاری بنگلے میں قیام ہوا اور دن میں پھر وہاں پہنچے۔ بہر حال یہ کہ پہلی تقریر مفتی لدھیانوی کی اور اس کے بعد دوسری تقریر میری ہوئی۔اس کے علاوہ اور تقریریں بھی ہوئیں اور اس کے بعد جو کمیٹی نے فیصلہ کیا۔زیادہ میرے حق میں دیا کہ آپ کو بحیثیت خطیب کے یہاں رکھا جاتا ہے۔چنانچہ میں ڈیڑھ سال تک خطیب رہا اور مغرب کے بعد درس قرآن ہوتا تھا اور صبح درس حدیث ہوا کرتا تھا۔لوگ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے اور پانچ دن کی محنت سے فیکٹری کا دیا ہوا موضوع جو ہوتا تھا۔اس موضوع پر میں پوری تیاری کر کے آتا تھا ،تو چنانچہ جب میں واہ کینٹ میں تھا،اجتماع بڑھتا رہا،چنانچہ حکومت کو مجبوراً ۳۵/ہزار کے شامیانے خریدنے پڑے اور بہت کافی انہوں نے انتظام کیا اور تقریباً مسجد بھری ہوتی تھی۔تقریباً ۱۸/یا۱۹/ہزار کا مجمع ہوا کرتا تھا اور ڈیڑھ سال کے بعد ہم پھر واپس اخوند مسجد آگئے۔کچھ اپنی مجبوریوں کی وجہ سے لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔''

زبان اہل دل سے بات جو باہر نکلتی ہے
تو لگتا ہے دلوں پر حیدری شمشیر چلتی ہے (بدر)

لائیں کہاں سے دوسرا تم سا کہیں جسے؟:

میمن مسجد میں عرس حامدی کی تقریب تھی،بریلی شریف سے حجۃ الاسلام کے پوتے حضرت مولانا اختر رضا خاں ازہری مدظلہ العالی بھی آئے ہوئے تھے قاری صاحب نے''روح اور موت'' کے عنوان پر تقریر کی۔رات گزری دوسرا دن آیا ظہر کی امامت کر کے دولت خانے میں گئے تا کہ فاتحہ غوث الاعظم کی محفل میں شرکت کے لئے تیاری کریں۔اچانک دل کا دورہ پڑا اعزہ فوراً علاج کے لئے شفاء خانے لے کر چلے۔مگر شافی حقیقی نے وہاں پہنچنے سے قبل ہی اپنے قرب میں بلا لیا۔**انا للہ وانا الیہ راجعون** (بروز چہارشنبہ ساڑھے چار بجے دن ۷/رجمادی الثانی ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۳/مارچ ۱۹۸۳ء)

دوسرے روز ساڑھے دس بجے دن کم وبیش تیس ہزار مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کی جس کی امامت حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری بریلوی،جانشین مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی نے فرمائی۔حکومت پاکستان نے آپ کے اعزاز میں کھوڑی گارڈن کا نام تبدیل کر کے آپ کے نام پر مصلح الدین گارڈن رکھا۔

کراچی میں حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ سیدنا امام احمد رضا قدس سرہٗ کے مشن کے مبلغ تھے۔آج ان کے روضے کا گنبد ،بریلی شریف کے رضوی گنبد کا ثنی اہل محبت کی نگاہوں کا نور بنا ہوا ہے۔حضرت مصلح اہل سنت نے اپنی نیابت وخلافت کا باقاعدہ اعلان اپنی حیات ہی میں پنج شنبہ ۲۷/رجمادی الثانی ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۲/اپریل ۱۹۸۲ء عشاء کی نماز کے بعد بمقام میمن مسجد مصلح الدین گارڈن،بہت سے علماء مشائخ کی موجودگی میں،اپنی روانگی عمرہ سے قبل کی تقریب سعید میں اپنے داماد حضرت مولانا سید شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ کے حق میں فرما دیا تھا اور انہیں خلافت نامے اور دستار سے سرفراز کر دیا تھا۔انتقال کے بعد سوئم کی فاتحہ کے موقع پر اس کی تجدید کے طور پر حضرت علامہ اختر رضا قادری قبلہ نے شاہ صاحب کی دستار بندی فرمائی اور قاری صاحب علیہ الرحمہ کے فرزند مصباح الدین کو ان کے سپرد کیا۔حضرت مصلح اہلسنت کے وصال پر جناب راغب مراد آبادی نے تاریخ وفات لکھی۔

خوشا مصلح تھے قاری مصلح الدین
ہوئے دنیا سے رخصت سن کے یٰسٓ
یہ تاریخ وفات ان کی ہے راغب
''تھے جان عصر قاری مصلح الدین'' ۱۴۰۳ھ

حضرت مصلح اہلسنت علیہ الرحمہ نے ۱۲؍حج کیے۔ پہلا حج ۱۹۵۴ء میں کیا اور ۱۹۷۰ء میں سرکار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے در دولت پر بغداد شریف حاضری دی اور اپنا دامن شوق مرادوں سے بھرا۔

ازواج اور اولاد: آپ کا پہلا نکاح والدین کریمین کی مرضی سے مبارکپور دارالعلوم اشرفیہ سے فراغت کے بعد ۲۴؍سال کی عمر میں ہو گیا تھا۔ اہلیہ محترمہ ۲؍صاحبزادیاں چھوڑ کر انتقال کر گئیں۔ ۳۰؍سال کی عمر میں دوسرا نکاح جناب صوفی محمد حسین صاحب عباسی کی صاحبزادی سے ہوا۔ رب تعالیٰ نے حضرت قاری صاحب کو چار صاحبزادیاں اور تین فرزند محمد صلاح الدین، محمد مصباح الدین، محمد معین الدین عطا کیے۔ (اسعد هم الله تعالیٰ)

کہتی ہے ان کو خلق خدا غائبانہ کیا کیا: حضرت مصلح اہلسنت نے دنیا میں اپنا مہد سے لحد تک کا وقفہ پورا کر لیا، اب ہم لوگوں میں ان کی یادیں ان کے تذکرے اور کارناموں کے نقوش باقی۔ لوگ زبان خلق کو نقارہ خدا کہتے ہیں۔ حضرت مصلح اہلسنت کی ذات وصفات اور ان کے اخلاق وکردار کے بارے میں علماء مفکرین اور اہل دین ودیانت کیا کہتے ہیں۔ اس آئینے میں ان کی گرانقدر شخصیت کو دیکھنا آسان ہے۔ اس لئے ہم ''عرفان منزل'' کے ''مصلح الدین نمبر'' سے کچھ اقوال منتخب کرتے ہیں:

زر بکف، گل پیر بن رنگین قباء آتش بجام
ایک قطرہ سوطرح سے سرخرو ہو کر رہا

☆.....وہ حضرت مولانا قاری مصلح الدین صاحب، اسم با مسمّٰی ہیں۔ (حضرت شیخ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ)

☆.....دنیا چند لوگوں کی وجہ سے قائم ہے اور ان میں سے ایک قاری مصلح الدین صدیقی ہیں۔ (حضرت شیخ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ)

☆.....اگر کسی کو نیک طالب علم دیکھنا ہو تو مصلح الدین کو دیکھے، مصلح الدین میرا بیٹا ہے۔ (حافظ ملت محدث مبارکپوری علیہ الرحمہ)

☆.....آپ کی ذات گرامی ایسی نہیں تھی جسے با آسانی فراموش کیا جا سکے، یا اعتداد زمانہ ان کی یاد قلوب واذہان سے محو کر سکے۔ اس لئے کہ آپ صرف عالم ہی نہیں بلکہ عالم باعمل تھے۔ (حضرت علامہ تقدس علی خاں علیہ الرحمہ)

☆.....انہوں نے مسلمانوں کو اپنی عملی زندگی کے ذریعہ اسلاف کی تعلیمات کے مطابق یہ درس دیا کہ وہ دین پر سختی سے قائم رہیں۔ (علامہ مفتی وقارالدین علیہ الرحمہ)

☆.....مختصر سی ملاقات ہوئی تھی دیکھنے سے علماء سلف کی یاد تازہ ہوگئی۔ (مولانا فیض احمد فیض، گولڑہ شریف، مصنف مہر منیر)

☆.....وہ ایک عاشق رسول تھے تقویٰ عبادت اور ریاضت یہ تمام خوبیاں (ان میں) بدرجہ اتم موجود تھیں۔ (علامہ عبد المصطفٰے ازہری علیہ الرحمہ)

☆.....اپنے معمولات کو انہوں نے خاص ترتیب سے رکھا ہوا تھا اور وہ ان پر تقریباً آخری دم تک قائم رہے۔ (علامہ عبدالمصطفٰے ازہری علیہ الرحمہ)

☆.....(انہوں نے) اپنے پیچھے اہلسنت کا ایک فیض وتربیت یافتہ عظیم قافلہ چھوڑا ہے جو ان کی پوری زندگی کا سرمایہ۔ (مولانا مشاہد رضا خاں قادری علیہ الرحمہ)

☆.....وہ کبھی بھی بد مذہبوں اور بدعقیدہ افراد کا ایک میل جول کو قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ ملنے جلنے سے بھی پرہیز فرماتے تھے۔ (ظفر علی نعمانی)

☆.....قابل رشک ہے وہ شخصیت جس کی ہم نشینی خدا ورسول کی محبت سے سرشار کردے۔ (علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہور)

☆.....آپ کی ذات گرامی علماء اور صوفیائے کرام میں خاص توجہ اور عقیدت ومحبت کا مظہر تھی جسے بھی آپ کی صحبت اور محبت میسر آئی وہ رسول اللہ ﷺ کا گرویدہ اور شیدائی بن کر رہ گیا۔ (مولانا سید شاہ تراب الحق قادری)

☆☆☆

از: سید جہانگیر پاشاہ بخشی، بخشی حویلی، بیجاپور

حیات الانبیاء واولیاء اللہ

انبیاء کرام علیہم السلام بعد وصال اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں جس کا ثبوت احادیثِ متواتر اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ چند احادیث قارئین کے گوش گذار کیئے جارہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیونکہ اسے فرشتے میرے پاس پیش کرتے ہیں جب تک آدمی (درود شریف) پڑھتا رہتا ہے (فرشتے) پیش کرتے رہتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ) کیا وفات کے بعد بھی۔ آپ (ﷺ) نے فرمایا ہاں۔ وفات کے بعد بھی۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجسام کو مٹی پر حرام فرمایا ہے۔ اللہ کے نبی زندہ رہتے ہیں، رزق دیا جاتا ہے۔'' (ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۷۰۰)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''معراج کی رات میرا گذر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے ہوا جو سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔'' (مسلم شریف حدیث نمبر ۳۰۳۴۔۳۰۳۵)

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ ایام حرہ کی راتوں میں، میں نے خود کو یوں پایا کہ مسجد نبوی میں میرے سوا کوئی نہ ہوتا تھا اور جب بھی نماز کا وقت ہوتا تو مجھے قبر نبوی (ﷺ) سے اذان کی آواز آتی تو میں آگے بڑھ کر اقامت کہتا اور نماز پڑھ لیتا جب کہ اہل شام گروہ در گروہ آتے اور کہتے کہ اس پاگل بوڑھے کو دیکھو۔ (سنن الدرمی۔ا: طبعات الکبریٰ ۱۳۲:۵)

نبی کریم ﷺ نے وادیٔ ازرق سے گذرے تو فرمایا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلندی سے اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں وہ بلند آواز میں تلبیہ کہہ رہے ہیں۔ پھر آپ (ﷺ) ہرشہ کی وادی پر آئے، آپ (ﷺ) نے پوچھا کونسی وادی ہے لوگوں نے کہا یہ ہرشہ کی وادی ہے آپ (ﷺ) نے فرمایا گویا میں یونس بن متی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک طاقتور سرخ اونٹنی پر سوار ہیں۔ انہوں نے ایک اونی جبّہ پہنا ہوا ہے۔ اونٹنی کی نکیل کھجور کی چھال کی ہے اور وہ تلبیہ کہہ رہے ہیں۔ (مسلم شریف۔ کتاب الایمان)

تو اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں نہ صرف زندہ ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتے ہیں جیسے نماز پڑھنا، حج کرنا وغیرہ ظاہر ہے کہ حج اپنی قبور مقدسہ سے نکل کر ہی کرتے ہوں گے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا وادیٔ ارزق میں اور سیدنا یونس علیہ السلام کا وادیٔ ہرشہ میں تلبیہ پڑھتے ہوئے آنا، اور پھر اونٹنی پر سوار ہونا یقیناً اجسام کی صفت ہے کیونکہ ارواح کو تو اونٹنی یا اور کسی سواری کی حاجت ہی نہیں ہوتی۔ اور یہ واقعہ بھی بیداری کا ہے جب کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ساتھ تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان بحث چھڑ گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ وہی حضرت آدم علیہ السلام تو ہیں جن کی لغزش نے انہیں جنت سے نکالا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا، آپ وہی موسیٰ علیہ السلام تو ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت اور کلام کے لئے چنا پھر بھی آپ مجھے ایسی بات پر ملامت کررہے ہیں جو میری پیدائش

سے بھی پہلے مقدر فرما دی گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا اس بحث میں آدم علیہ السلام حقیقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب رہے۔ (بخاری شریف، حدیث ۳۴۳۳، باب وفات موسیٰ وذکرہ مابعد)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد وفات بھی زندہ ہیں۔ اسی لئے تو انہوں نے ایک مکمل باب ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات اور حالات مابعد لکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۚ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۚ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ.'' (ترجمہ) اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کے تمہارے کتابوں کی تصدیق فرمائیں تو ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (سورہ آل عمران، آیت ۸۱)

ایک اور آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا: ''اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ'' (ترجمہ) نبی مسلمانوں سے ان کے جانوں سے قریب ہیں۔

''وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا'' (ترجمہ) اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب (ﷺ) تمہارے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرما دیں۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (سورہ النساء، آیت ۶۴)

سورہ النساء کی تفسیر میں مفسرین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی ہمارے پاس حضور (ﷺ) کی تدفین کے تین روز کے بعد آیا اس نے اپنے آپ کو قبر انور پر رگڑا اور اپنے سر پر قبر انور کی خاک پاک ڈالی۔ اور (اسی وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا کے حوالے سے) عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں، آپ ﷺ میرے لئے اللہ سے بخشش طلب کیجئے۔ پس قبر انور سے ندا آئی ''تحقیق'' تیری بخشش کردی گئی۔ (شواہد الحق: ۸۷) اسی روایت کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے۔

اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے کہ کسی آدمی کو بھی موت سے فرار نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ جو غزوۂ بدر اور حدیبیہ میں حاضر تھے وہ آگ میں داخل نہیں ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: ''وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا'' (ترجمہ) اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا گذر دوزخ پر نہ ہو تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے۔'' (سورہ مریم آیت ۷۱)

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے نہیں سنا ''ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا'' (ترجمہ) ''پھر ہم ڈر والوں کو بچا لیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے۔'' (سورہ مریم آیت ۷۲۔ ابن ماجہ)

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیتوں سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ ہر ایک کو دوزخ سے گذرنا ہے اور خوف خدا رکھنے والے مومنین بچالیے جائیں گے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ ''ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے'' اور شہداء کا ذکر یوں فرماتا ہے کہ ''وَلَاتَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْافِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوٰتاً،بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ''(ترجمہ)''جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے انہیں مردہ گمان بھی نہ کرو، وہ زندہ ہیں اور رب کے پاس انہیں رزق ملتا ہے'' (آل عمران، آیت ۱۶۹)

اور سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے: ''وَلَاتَقُوْلُوْالِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوٰتٌ،بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ''(ترجمہ)''اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔'' (البقرہ ،آیت ۱۵۴)

سورہ آل عمران اور سورہ بقرہ کی آیت کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو دوزخ سے بچاتا ہے اسی طرح اپنے شہداء کو بعد وفات زندگی عطا کرتا ہے ورنہ موت سے مراد صرف مردہ لیں گے تو موت سب کے لئے ہے شہداء کے لئے بھی معاذ اللہ اگر کوئی شہداء کو مردہ کہیں تو وہ قرآن کریم کی آیت مقدسہ کا انکار کرتا ہے جو کہ کفر ہے۔قرآن مقدس سے شہداء کے بعد از وصال زندگی کی شہادت دے رہا ہے اور احادیث کثیرہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعد وصال زندہ ہونے کی گواہی فراہم کررہے ہیں۔لہٰذا اب بھی کوئی حیات انبیاء کا انکار کرتا ہے تو وہ گمراہ اور بددین ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ظاہری انتقال ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ کھولا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو موتیں طاری نہ فرمائے گا۔خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں۔(ابن ماجہ ۱۶۹۰)

مذکورہ بالا حدیث سے کسی کو اس بات کا گمان ہوسکتا ہے کہ خود ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق اس طرح فرمایا۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو ایک ظاہری وفات تھی جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وفات بھی زندہ ہیں جس کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث سے پیش کی جا چکی ہے۔جسے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الخصائص الکبریٰ'' میں نقل فرمایا ہے۔

حضرت ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ''جب میرے والد بیمار ہوئے تو انہوں نے وصیت کی کے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کے پاس لے جانا اور اجازت طلب کرنا اور کہنا'' یہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس دفن کریں، اگر وہ اجازت دیں تو مجھے وہاں دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا۔'' وصیت کے مطابق آپ کو حجرہ مبارک کے دروازے پر لے جایا گیا کہ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کی خواہش رکھتے ہیں۔اور انہوں نے ہمیں وصیت کی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں تو ہم داخل ہو جائیں۔اور اگر اجازت نہ دیں تو ہم واپس چلے جائیں۔میں نے دروازہ دیکھا کہ وہ کھل گیا اور ایک آواز سنائی دی۔''حبیب کو حبیب کے ساتھ ملا دو بے شک حبیب ،حبیب کے ساتھ ملنے کا مشتاق ہے'' (الخصائص الکبریٰ)

اللہ تعالیٰ کی عطا سے نہ صرف انبیاء وشہداء زندہ ہیں بلکہ اس کے نیک بندے بھی بعد وفات زندہ ہیں۔اس جملے کی دلیل

مندرجہ بالا حدیثوں سے پیش کی جاسکتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگایا انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے اچانک پتہ چلا کہ یہ ایک قبر ہے اور اس میں سورہ ملک پڑھی جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ پڑھنے والے نے اسے ختم کیا وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے نادانستہ ایک قبر پر خیمہ لگایا اچانک کیا دیکھا کہ ایک آدمی اس میں سورہ ملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس نے اسے مکمل پڑھا" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورہ عذاب قبر کو روکنے والی اور اس سے نجات دینے والی ہے۔" (جامعہ ترمذی حدیث نمبر ۷۹۹۔ فضائل سورہ ملک)

جناب یوسف بن عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ثابت سے سنا کہ انہوں نے حمید الطویل سے فرمایا کہ اے ابو عبید کیا تجھے کوئی ایسی حدیث پہنچی ہے کہ حضرات انبیاء کرام کے علاوہ بھی کوئی شخص قبر میں نماز پڑھتا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں تو حضرت ثابت نے دعا مانگی اے اللہ اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی توفیق و اجازت دیتا ہے تو ثابت کو اجازت دینا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھے۔

شیبان بن فسر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ میں حضرت ثابت بنانی کی لحد میں داخل ہوا اور میرے ساتھ حمید الطویل یا کوئی دوسرا شخص بھی تھا جب ہم نے لحد پر اینٹیں لگا کر برابر کر دیا تو ایک اینٹ گر گئی دیکھا کہ حضرت ثابت قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اس شخص سے جو کہ میرے ساتھ تھا کہا کیا تو نے دیکھا۔ اس نے کہا خاموش۔ (شرح الصدور ،بیہقی ،حلیۃ الاولیاء) (باقی صفحہ ۴۲ پر)

(باقی صفحہ ۱۹ کا)

(۳) زکوٰۃ کا روپیہ مردہ کی تجہیز و تکفین یا مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں نہیں لگایا جاسکتا جیسا کہ عالمگیری جلد اول مصری ص ۱۷۶ میں ہے: "**لا یجوز ان یبنی بالزکاۃ المسجد و کذا الحج اکل مالا تملیک فیہ ولایجوز ان یکفن بھا میت ولایقضی بھا دین المیت کذافی التبیین مخلصا۔**"

(۴) مال زکوٰۃ اگر مسجد و مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی غریب آدمی کو دے دیں پھر وہ صرف کرے تو ثواب دونوں کو ملے گا (ردالمختار، بہار شریعت)

(۵) وہابیہ زمانہ کی توہین خدا و تنقیص شان رسالت کرتے ہیں جن کو علماء اکابر حرمین طیبین نے بالاتفاق کافر و مرتد فرمایا ہے اگر چہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہیں انہیں زکوٰۃ دینا حرام اور سخت حرام ہے۔ اگر دی تو ہر گز ادا نہ ہوگی۔ (بہار شریعت، بحوالہ انوار الحدیث ص ۲۱۶)

(۶) گیہوں، جو، جوار، باجرہ، دھان، اور ہر قسم کے غلے، السی، کسم، اخروٹ، بادام، اور ہر قسم کے میوے، روئی، پھول، گنا، خربز، تربز، کھیرا، ککری، بیگن، اور ہر قسم کی ترکاریاں سب میں عشر واجب ہے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ (عالمگیری)

(۷) جو کھیت بارش وغیرہ کے پانی سے سیراب کیا جائے اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے اور جس کی آب پاشی چرسے یا ڈول سے ہو اس میں نصف عشر یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ واجب ہے۔ اور اگر پانی خرید کر آب پاشی کی جب بھی بیسواں حصہ واجب ہے۔ (درمختار)

نوٹ: کنویں اور ٹیوب ویل سے سیراب کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔

☆☆☆

طارق انور مصباحی (کیرلا)

کشف والہام اور تقلید ائمہ مجتہدین

باطل پیروں کی بیعت توڑ دو:- عصر حاضر میں بہت سے متصوفین خلاف شرع حرکات میں مبتلا ہیں-یہاں تک کہ وہ شرعی احکام کی غلط تاویلات کیا کرتے ہیں-ان کے مریدین ومعتقدین انہیں مقبول عنداللہ تصور کرتے ہوئے ان کے اعمال واقوال کو حق اورموافق شرع گردانتے ہیں-بسا اوقات یہ شیوخ اپنے معمولات باطلہ کوصحیح قراردینے کے لئے کشف والہام کا حوالہ بھی دیتے ہیں-درحقیقت ایسے متصوفین گمراہ وگمراگر ہیں-ان کے قریب بھی مت جاؤ-ایسے شیوخ اور پیروں سے بیعت توڑکر پابندشرع مشائخ سےمنسلک ہوجانا چاہئے-صدرالافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی م۱۹۴۸ء کے والدگرامی امام الدیابنہ قاسم نانوتوی کی بیعت توڑکراعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ سے مرید ہوگئے- ذیل میں کشف والہام سے متعلق احکام شرع رقم کئے جاتے ہیں-رب تعالیٰ عمل کی توفیق عطافرمائے-آمین

کشف والہام:- (۱) مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے رقم فرمایا:﴿پس مقررشد کہ معتبر دراثبات احکام شرعیہ کتاب وسنت است-وقیاس مجتہداں واجماع امت نیز مثبت احکام است-بعدازیں چہارادلہ شرعیہ ہیچ دلیلے مثبت احکام شرعیہ نمی تواند شد-الہام مثبت حل وحرمت نبُوَد-وکشف ارباب باطن اثبات فرض وسنت نماید-ارباب ولایت خاصہ باعامہ مومناں در تقلید مجتہداں برابر اند-کشوف و الہامات ،ایشاں را مزیت نمی بخشد-وازربقہ تقلیدنمی برآرد-وذوالنون وبسطامی وجنیدوشبلی بازید وعمر وبکر وخالد کہ از عوام مومناں اند،درتقلید مجتہداں در احکام اجتہادیہ مساوی اند-آرے مزیت ایں بزرگواراں درامور دیگر است﴾(المنتخبات من المکتوبات ص۲۶۴-مکتوب ۵۵-استنبول ترکی)

〈ت〉 پس ثابت ہوگیا کہ احکام شرعیہ کے اثبات میں کتاب وسنت معتبر ہےاورمجتہدین کا قیاس اوراجماع امت بھی احکام کوثابت کرنے والا ہے-ان چارادلہ شرعیہ کے بعدکوئی دلیل ،احکام شرعیہ کو ثابت کرنے والی نہیں ہوسکتی-الہام حلت وحرمت کوثابت کرنے والانہیں ہوتا ہے-اورارباب باطن کا کشف فرض وسنت کا اثبات نہیں کرتا ہے-مجتہدین کی تقلید کے بارے میں ارباب ولایت خاصہ عام مومنوں کے برابر ہیں-کشف والہام ان لوگوں کو خصوصیت عطانہیں کرتا-اور تقلید کے دائرہ سے باہر نہیں لاتا ہے-اور ذوالنون مصری و بایزید بسطامی اورجنید بغدادی وشیخ شبلی احکام اجتہادیہ کے باب میں مجتہدین کی تقلید میں زیدوعمروبکروخالد کے مساوی ہیں جوکہ عوام مومنین ہیں-ہاں، ان بزرگوں کی خصوصیت دوسرےامورمیں ہے۔

اقول: -علماءاصول نے وحی کی دوقسمیں بتایا-وحی ظاہراوروحی باطن-اس کے بعد وحی ظاہر کی تین قسم کیا-وحی ظاہر کی تیسری قسم الہام ہے-یہ انبیاءکرام کاالہام ہے-اس سے مسائل کااستنباط ہوتا ہے-اولیاء کرام کا الہام اس سے مستثنیٰ ہے- اولیاء کے کشف والہام سے مسائل کا استنباط نہیں ہوتا ہے-رب تعالیٰ کی جانب سے احکام لے کرانبیاومرسلین تشریف لائے-اللہ تعالیٰ نے اولیاء وعارفین کو یہ منصب عطانہیں فرمایا-اولیاء کے کشف والہام سے مسائل ودلائل کی صرف تائید وتقویت ہوسکتی ہے-بعض جاہل متصوفین کشف والہام کا دعویٰ کرکے راہ حق سے گمراہ ہوئے اور دوسروں کوبھی گمراہ کیا۔

(۲) صدرالشریعہ نے الہام نبوی کے بارے میں لکھا:﴿**والثالث ما تبدی لقلبه بلاشبهة بالهام الله تعالٰی اياه بان اراه بنورمن عنده كما قال الله تعالٰى﴿لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ﴾وكل ذلك حجة مطلقًا بخلاف الالهام للاولياء فانه لايكون حجة علٰى غيره﴾**
(التوضیح والتلویح ج۲ ص ۱۵)

〈ت〉 تیسری قسم وہ ہے جورب تعالیٰ کے الہام سے نبی کے قلب پر

بغیر شک وشبہ کے ظاہر ہو بایں طور کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے نور سے دکھلائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا﴿ تا کہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اس کے ذریعہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھلایا﴾ اور یہ تمام مطلقاً حجت ہے برخلاف الہام اولیاء کے کیونکہ الہام ولی اس کے غیر پر حجت نہیں ہے۔

(۳) حضرت ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا﴿اَوْ تَبَــدّٰی لقلبه بلاشبهة با لها م من الله تعا لٰی با ن اراه بنور من عنده وهذا هوالمسمّٰی با لا لها م ويشترک فيه الاولياء ايضًا وان کا ن الها مهم يحتمل الخطاء والصواب والها مه لايحتمل الا الصواب﴾(نور الانوار ص ۲۱۴)

﴿ت﴾ یا رب تعالیٰ کے الہام سے نبی کے قلب پر بغیر شک وشبہ کے ظاہر ہو بایں طور کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے نور سے دکھلائے۔ اور اسی کا نام الہام رکھا جاتا ہے۔ اور اس میں اولیاء بھی شریک ہیں۔ اگرچہ اولیاء کا الہام خطأ وصواب کا احتمال رکھتا ہے۔ اور نبی کا الہام صرف درستگی ہی کا احتمال رکھتا ہے۔

(۴)﴿فالهامه قسم من الوحی یکون حجة متعدیة الٰی عامة الخلق-والهام الاولیاء حجة فی حق انفسهم ان وافق الشریعة ولم یتعد الٰی غیرهم الا اذا اخذ نا بقولهم بطریق الأداب﴾ (نور الانوار ص ۲۱۶)

﴿ت﴾ پس نبی کا الہام وحی کی ایک قسم، عام مخلوق تک متعدی ہونے والی ایک حجت ہے۔ اور اولیاء کا الہام، ان کے حق میں حجت ہے اگر شریعت کے موافق ہو۔ اور یہ الہام ان کے غیر تک متعدی نہ ہوگا مگر جب ہم ان کے قول کو آداب کے طریقے پر اخذ کریں۔

اقول: -الہام نبی وحی کی ایک قسم ہے اور اس سے مسائل شرعیہ کا استنباط ہوگا۔ اور الہام اولیاء اگر شریعت اسلامیہ کے موافق ہو تو ولی کو اس پر عمل کرنے کی اجازت ہے اور اگر خلاف شرع ہو تو وہ الہام شیطانی ہے، اس پر عمل جائز نہیں۔ اور الہام اولیاء اگر صحیح بھی ہو تو اس کے احکام دیگر افراد امت تک متعدی نہ ہوں گے۔ امت مسلمہ کو ان احکام پر عمل کرنا ضروری ہے جو احکام ائمہ مجتہدین نے استخراج فرمایا ہے۔

حضرت وارث پاک رضی اللہ عنہ:-آج کل بعض جاہل وارثی حضرات ترک نماز کے عادی ہیں حالانکہ حضرت وارث پاک رحمۃ اللہ علیہ نماز پنجگانہ جماعت کے ساتھ کعبہ مقدسہ میں ادا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت علامہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت وارث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سوال ہوا کہ ان کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا جاتا۔ حضرت گنج مرادآبادی نے فتویٰ لکھنے سے پہلے اس بارے میں جا کر تحقیق کرنا چاہا۔ وہ حضرت وارث پاک کی بارگاہ میں بہ نیت تحقیق حاضر ہوئے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو حضرت وارث پاک نے گنج مرادآبادی کا ہاتھ پکڑا اور دونوں پلک جھپکتے کعبہ مقدسہ میں حاضر تھے۔ نماز با جماعت کی ادائیگی کے بعد اسی طرح اپنی قیامگاہ پر حاضر ہوئے۔ یہ حقیقی احوال دیکھ کر حضرت گنج مرادآبادی نے سائل کو جواب لکھا کہ حضرت وارث پاک نماز باجماعت کے پابند ہیں۔

بعض جاہل مریدین نے یہ گمان کرلیا کہ حضرت وارث پاک رحمۃ اللہ علیہ نماز جسمانی نہیں بلکہ نماز قلبی پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ نماز قلبی کا کوئی وجود شریعت میں نہیں ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام کے بہت سے اعمال ان تک محدود ہیں۔ دوسروں کو اس پر عمل کرنا درست نہیں۔ کیونکہ اولیاء کے بعض اعمال عام افراد امت کی فہم سے بالاتر ہوا کرتے ہیں۔ اور مریدین ہر مسئلہ سمجھنے کی لیاقت بھی نہیں رکھتے۔

غوث اعظم کا جواب: -امام اہلسنت نے فرمایا۔ ”کسی نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت سیدی قضیب البان موصلی قدس سرہ کی شکایت کی کہ ان کو کبھی نماز پڑھتے نہ دیکھا۔ ارشاد فرمایا۔ اس کو کچھ نہ کہو۔ اس کا سر ہر وقت خانہ کعبہ میں سجود میں ہے“۔(الملفوظ ج ۲ ص ۹۱۔ قادری کتاب گھر بریلی)

اتباع کی ممانعت: -بعض حالات میں اولیاء کرام خود بھی اپنی تقلید واتباع سے منع فرماتے ہیں۔ علامہ عبدالغنی نابلسی م

۱۱۴۳ھ نے اولیاء کرام کا قول نقل کرتے ہوئے تحریر فرمایا﴿من رأنی الأن صار زندیقًا ومن رأنی قبل صار صدیقًا﴾(الحدیقۃ الندیۃ ج ۱ ص ۲۳۷ - استنبول ترکی)

﴿ت﴾ جس نے اب ہمیں دیکھا، وہ زندیق ہوا اور جس نے پہلے ہمیں دیکھا، وہ صدیق ہوا۔

اقول: - اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ اولیاء کرام نے فرمایا کہ جس نے ہمیں زمانہ ماقبل میں شریعت پر عمل کرتے ہوئے کثرت عبادات کے ساتھ دیکھا اور ہمارے طریقے پر عمل کیا، وہ صدیق ہوگا - اور زمانہ مابعد میں یعنی جذب وکیف طاری ہونے کے بعد ہمارے جذبی طریقے پر عمل کرنے والا زندیق ہوگا - کیونکہ جذب وکیف طاری ہونے کے بعد ظاہر وباطن میں موافقت نہیں ہوتی - بظاہر بعض اعمال خلاف شرع معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ ولی عنداللہ مقبول اور اس کا یہ عمل اس کے حق میں درست ہوتا ہے، دوسرے کسی مرید ومعتقد کو اس پر عمل کی اجازت نہیں ہوتی - اس طرح کے بعض اعمال کا تذکرہ امام عفیف الدین یافعی شافعی یمنی رحمۃ اللہ علیہ (۶۹۸ھ، ۱۲۹۸ء - ۷۶۸ھ، ۱۳۶۷ء) نے ﴿روض الریاحین فی مناقب الصالحین﴾ کے اخیر میں کیا ہے - حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کا قول "سبحانی ما اعظم شانی - لوائی ارفع من لواء محمد ﷺ"، اسی قبیل سے ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۱۹۷ - ج ۶ ص ۱۴۵ - رضا اکیڈمی ممبئی)

(۵) امام نجم الدین عمر بن محمد نسفی حنفی م ۵۳۷ھ نے الہام اولیاء کے بارے میں تحریر فرمایا﴿والا لہام لیس من اسبا ب المعرفۃ بصحۃ الشیء عند اہل الحق﴾(شرح العقا ئد النسفیۃ ص ۲۲)

﴿ت﴾ اہل حق کے نزدیک الہامِ اولیاء کسی شیٔ کی صحت کی معرفت کے اسباب میں سے نہیں ہے۔

(۶) حضرت امام شعرانی نے لکھا﴿فا ن قلت - فَلِاَیِّ شیء لم یوجب العلماء با للّٰہ تعا لی العمل بما اخذہ العا لم من طریق الکشف مع کونہ ملحَقًا با لنصوص فی الصحۃ عند بعضھم - فا لجواب - لیس عد م ایجا ب العلماء العمل بعلوم الکشف من حیث ضعفھا ونقصھا عما اخذہ العا لم من طریق النقل الظا ھر وانما ذلک للاستغناء عن عدّہ فی الموجبا ت بصرائح ادلۃ الکتا ب والسنۃ عند القطع بصحتہ ای ذلک الکشف فا نہ حینئذ لایکون الاموافقًا لھا - اما عند عد م القطع بصحتہ فمن حیث عد م عصمۃ الأخذ لذ لک العلم فقد یکون دَخَلَ کَشْفَہُ التَّلْبِیْسُ من ابلیس فَاِ نَّ اللّٰہ تعا لٰی قَدْ اَقْدَ رَ ابلیسَ کما قا ل الغزالی وغیرہ - علٰی ان یقیم للمکا شف صورۃ المحل الذی یا خذ علمہ منہ من سماء اوعرش اوکرسی اوقلم اولوح فربما ظن المکا شف ان ذلک العلم عن اللّٰہ فا خذ بہ فَضَلَّ وَاَضَلَّ فَمِنْ ھُنَا اَوْجَبُوْا علی المکا شف انہ یعرض ما اخذہ من العلم من طریق کشفہ علی الکتا ب والسنۃ قبل العمل بہ فا ن وافق فذ اک والاحرم علیہ العمل بہ - فَعُلِمَ ان من اخذ علمہ من عین الشریعۃ من غیر تلبیس فی طریق کشفہ فلایصح منہ الرجوع عنہ ابدًا ما عا ش لموافقتہ الشریعۃ التی بین اظھرنا من طریق النقل ضرورۃ ان الکشف الصحیح لایا تی دائمًا الاموافقًا للشریعۃ کما ھومقرر بین العلماء - واللّٰہ اعلم﴾(میزان الشریعۃ الکبرٰی ج ۱ ص ۱۲)

﴿ت﴾ پس اگر تم اعتراض کرو کہ علماء عارفین نے اس پر عمل کرنے کو واجب کیوں نہیں قرار دیا جسے عالم نے بطریق کشف اخذ کیا باوجودیکہ وہ بعض علماء کے نزدیک صحت کے بارے میں نصوص کے ساتھ ملحق ہے - پس جواب یہ ہے کہ علماء کا کشف کے علوم پر عمل کو واجب قرار نہ دینا اس کے ان علوم کے اعتبار سے ضعیف وناقص ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے جسے عالم نے نقل ظاہر کے طریقے پر اخذ کیا - اور اس کشف کی صحت کے یقینی ہونے کے وقت ایسا (علوم کشفیہ پر عمل کو واجب قرار نہ دینا) کتاب وسنت کی صریح دلیلوں کی

وجہ سے علم کشفی کو موجبات میں شمار کرنے سے بے نیازی ہونے کی وجہ سے ہے- اس لئے کہ اس وقت وہ کتاب وسنت کی دلیلوں کے موافق ہی ہوگا- لیکن صحت کے غیر یقینی ہونے کے وقت پس اس علم کو لینے والے کے غیر معصوم ہونے کی وجہ سے- پس کبھی اس کے کشف میں شیطان کی جانب سے تلبیس کا دخل ہوتا ہے- اس لئے کہ بقول امام غزالی وغیرہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو قدرت عطا فرمایا ہے کہ وہ مکاشف کے لئے اس جگہ کی صورت قائم کردے جہاں سے علم لیا جاتا ہے یعنی آسمان یا عرش یا کرسی یا قلم یا لوح- پس کبھی مکاشف گمان کرتا ہے کہ وہ علم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے پس وہ اسے اخذ کرتا ہے- تو وہ گمراہ ہوتا ہے اور گمراہ کرتا ہے- پس اسی وجہ سے علماء نے مکاشف پر واجب قرار دیا کہ وہ عمل سے پہلے اپنے کشف سے اخذ کئے ہوئے علم کو قرآن وسنت پر پیش کرے، پس اگر موافق ہو تو صحیح ہے ورنہ اس ولی پر اس کشف پر عمل کرنا حرام ہے- پس معلوم ہوگیا کہ جس نے اپنے علم کو بطریق کشف بغیر تلبیس کے عین شریعت کبریٰ سے اخذ کیا ہے تو اسے اپنے کشف سے رجوع کرنا کبھی بھی درست نہیں جب تک کہ وہ زندہ رہے، اس کشف کے اس شریعت کے موافق ہونے کی وجہ سے جو ہمارے درمیان بطریق نقل موجود ہے- اس بات کے بدیہی ہونے کی وجہ سے کہ کشف صحیح ہمیشہ شریعت کے موافق ہی ہوتا ہے- جیسا کہ علماء کے درمیان ثابت شدہ ہے- واللہ تعالیٰ اعلم

اقول: - چونکہ کشف صحیح ہمیشہ موافق شرع ہوا کرتا ہے- اس لئے اس سے رجوع کرنا ناجائز ونادرست ہے- اور صاحب کشف کے لئے اس پر عمل کرنا ضروری ہے- اور کشف کی صحت وعدم صحت کا علم اس وقت ہوگا جب اس کا تقابل قرآن وحدیث سے کیا جائے - اگر وہ قرآن وحدیث کے موافق ہو- تو اس وقت کشف پر عمل کرنا درحقیقت شریعت اسلامیہ پر عمل کرنا ہے- ورنہ ﴿کشف من حیث ھو کشف﴾ ادلہ شرعیہ میں سے نہیں ہے- اور جب کشف موافق شرع نہ ہو تو یقیناً وہ شیطان کی جانب سے ہے- اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے- اور کشف کا قرآن وحدیث سے تقابل وہی کر سکے گا جو مجتہد مطلق یا مجتہد فی المذہب ہو یا مجتہد فی المسائل، اصحاب التخریج یا اصحاب الترجیح کے درجہ پر فائز ہو- کیونکہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ دلیل کی معرفت صرف مجتہد کو ہوتی ہے- دلیل کی ایسی معرفت جس سے مسائل کا استنباط ہو سکے، یہ مجتہد مطلق اور مجتہد فی المذہب کا خاصہ ہے- دلیل کی معرفت دیگر حیثیات کے ساتھ مجتہد فی المسائل، اصحاب التخریج اور اصحاب الترجیح کو بھی ہوتی ہے- اور اگر کشفی مسائل کا محض ائمہ مجتہدین کے مسائل مستنبطہ کے موافق ہونا مراد ہو تو کشفی مسائل کا ایسا تقابل درجہ سادسہ وسابعہ کے فقہاء بھی سرانجام دے سکتے ہیں- امام شعرانی کی اس عبارت سے یہی مفہوم متبادر ہوتا ہے کہ جو ولی کامل کشف صحیح کی نعمت سے سرفراز کیا جائے، وہ فقیہ بھی ہوگا- یوں بھی ولی کا عالم شریعت ہونا ضروری ہے- صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا- "ولایت بے علم کو نہیں ملتی - خواہ علم بطور ظاہر حاصل کیا ہو یا اس مرتبہ پر پہونچنے سے پیشتر اللہ عزوجل نے اس پر علوم منکشف کردیئے ہوں"- (بہار شریعت ج ۱ ص ۵۵)

عین الشریعۃ الکبریٰ: - اگر کسی ولی کے لئے عین الشریعۃ الکبریٰ منکشف ہوا- اور وہ کسی وجہ سے اس کے ذریعہ مکشوف علم کا قرآن وحدیث سے تقابل نہ کر سکا تو اس کے لئے اس پر عمل درست نہیں- صحابہ کرام اولیاء کبار میں شمار ہوتے ہیں، کوئی ولی ان کے مرتبہ کو نہیں پا سکتے - ان فضائل ودرجات کے باوجود غیر مجتہد صحابہ کرام، مجتہدین صحابہ سے مسائل دریافت کرتے اور ان کے بتائے ہوئے مسائل پر عمل کرتے - یہی تقلید ہے- حالانکہ اصاغر صحابہ کرام کے لئے عرش اعظم مکشوف تھا چہ جائیکہ عین الشریعۃ الکبریٰ-

﴿عَنْ اَنَسِ بْنِ مَا لِکٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ خَرَجَ یَوْمًا فَا سْتَقْبَلَہٗ شَا بٌّ مِنَ الْاَنْصَارِ یُقَا لُ لَہٗ حَا رِثَۃُ بْنُ النُّعْمَا نِ فَقَا لَ لَہٗ- کَیْفَ اَصْبَحْتَ یَا حَا رِثَۃُ؟ قَا لَ اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا- فَقَا لَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ- فَاِ نَّ لِکُلِّ حَقٍّ حَقِیْقَۃً- (فَمَا حَقِیْقَۃُ) اِیْمَا نِکَ؟ قَا لَ فَقَا لَ- عَزَفَتْ

نَفْسِیْ عَنِ الدُّنْیَا فَاَسْھَرْتُ لِیَلِیْ وَاَظْمَأْتُ نَھَارِیْ وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ بَارِزًا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ الْجَنَّةِ کَیْفَ یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْھَا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ النَّارِ کَیْفَ یَتَعَادَوْنَ فِیْھَا - فَقَالَ - فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ اَبْصَرْتَ فَالْزَمْ ﴾ (شعب الایمان للبیھقی ج۱۳ ص۱۵۸ - مکتبة الرشد ریاض - المعجم الکبیر للطبرانی ج۳ ص۴۳۰ - معرفة الصحابة لابی نعیم الاصبھانی ج۶ ص۱۵۳ - معجم الصحابة لابی القاسم البغوی م۳۱۷ھ ج۲ ص۴۴ - دار البیان الکویت)

﴿ت﴾ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت تاجدار انبیاء ﷺ ایک دن نکلے تو آپ ﷺ کے سامنے قبیلہ انصار کا ایک نوجوان آیا جسے حارثہ بن نعمان کہا جاتا ہے- پس آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا- اے حارثہ! کس طرح صبح کیا؟ اس نے کہا- یقینی طور پر ایمان کے ساتھ صبح کیا- پس حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا- غور کرلو، تم کیا کہہ رہے ہو- اس لئے کہ ہر حق کے لئے ایک حقیقت ہے- تو تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ راوی نے کہا کہ حارثہ نے کہا- میرا دل دنیا سے بے رغبت ہوگیا تو میں نے اپنی راتوں کو (عبادت الٰہی میں) جاگا- اور اپنے دن کو پیاسا رکھا (روزہ رکھا) اور گویا کہ میں ظاہری طور پر اپنے رب کے عرش کو دیکھ رہا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں کیسے ایک دوسرے سے ملاقات کررہے ہیں اور گویا کہ میں اہل جہنم کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جہنم میں کیسے ایک دوسرے سے دور بھاگ رہے ہیں- پھر راوی نے کہا کہ حضرت سید دو عالم ﷺ ان سے نے فرمایا- تم نے دیکھ لیا پس اسی طریقے پر قائم رہو۔

میزان الشریعة الکبریٰ:- میزان الشریعہ میں امام شعرانی کی بعض عبارتوں سے غلط فہمی ہوسکتی ہے- امام شعرانی نے متعدد مقامات پر فرمایا کہ جو عین الشریعۃ الکبریٰ پر مطلع ہو، اسے تقلید کی حاجت نہیں- وہ حضرت رسول دو جہاں ﷺ کے احکام پر بلا تقلید مجتہد عمل کرتے ہیں- ان کی عبارتوں کی تشریح میزان کی مذکور ماقبل عبارت میں موجود ہے- اس کا مفہوم یہی ہے کہ جو عین الشریعۃ الکبریٰ پر واقفیت کے بعد اتنی علمی قابلیت رکھتا ہو کہ مسائل کو قرآن وسنت سے مطابقت کرسکتا ہو- اور یہ منصب مجتہد مطلق اور مجتہد فی المذہب کا ہے- میزان میں ہے کہ خود امام شعرانی عین الشریعۃ الکبریٰ پر واقف تھے (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج۱ص۲۹) اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مقلد تھے- حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام اہلسنت نے تحریر فرمایا کہ وہ عین الشریعۃ الکبریٰ پر واقفیت کے بعد درجہ اجتہاد مطلق (اجتہاد مطلق منتسب یعنی اجتہاد فی المذہب) کے رتبے پر فائز ہوئے۔ اور مسائل فرعیہ میں کسی کے مقلد نہ تھے- امام اہلسنت سے ایک سوال اور اس کا جواب مسطور ذیل ہے۔

سوال:- یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت قطب الاقطاب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خواب دیکھا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا مذہب ضعیف ہوا جاتا ہے- لہٰذا تم میرے مذہب میں آنے سے میرے مذہب کو تقویت ہوجائے گی- اس لئے حضرت غوث پاک حنفی سے حنبلی ہوگئے؟

جواب:- یہ روایت صحیح نہیں- حضور ہمیشہ سے حنبلی تھے- اور بعد کو جب عین الشریعۃ الکبریٰ تک پہونچ کر منصب اجتہاد مطلق حاصل ہوا- مذہب حنبلی کو کمزور ہوتا ہوا دیکھ کر اس کے مطابق فتویٰ دیا کہ حضور محی الدین اور دین متین کے یہ چاروں ستون ہیں- لوگوں کی طرف سے جس ستون میں ضعف آتا دیکھا- اس کی تقویت فرمائی -واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج۱۲ص۲۲۷- رضا اکیڈمی ممبئی)

اقول:- فتاویٰ رضویہ (ج۱۱ص۳۲) میں بھی اسی قسم کا مفہوم ہے- واضح رہے کہ ائمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم میں اکثر درجہ اجتہاد پر فائز تھے- امام اہلسنت سے اہلبیت کے مشہور بارہ ائمہ کرام کے بارے میں سوال ہوا کہ وہ مجتہد تھے یا مقلد؟- آپ نے

جواباً ارشاد فرمایا- ''امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک تو بلا شبہ یہ حضرات مجتہدین اور ائمہ مجتہدین تھے- اور باقی حضرات بھی غالباً مجتہد ہوں گے- واللہ تعالیٰ اعلم- یہ نظر بظاہر ہے- ورنہ باطنی طور پر کوئی شک کا مقام نہیں کہ یہ سب حضرات عین الشریعۃ الکبریٰ تک واصل تھے''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۲۱۹)

غوث اعظم مجتہد فی المذہب: -محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تحریر فرمایا- ''آپ کی خدمت میں دنیائے اسلام کے ہر شہر سے استفتاء آیا کرتے تھے- جس پر آپ کی آخری رائے طلب کی جاتی تھی- ہم نے ایک رات بھی ایسی نہیں گذاری جس رات آپ کے پاس ایسے دینی سولات نہ آئے ہوں- اور ان پر آپ نے غور نہ کیا ہو- اور پھر ان پر اپنی رائے ثبت نہ کی ہو- آپ فقہی مسائل میں امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مسلک پر فتویٰ دیا کرتے تھے- صاحب بہجۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ آپ مجتہد فی المذہب تھے -آپ اجتہاد کرتے تھے- ان کا اجتہاد کبھی تو مسلک شافعی پر ہوتا اور کبھی مسلک حنبلی پر''۔ (زبدۃ الآثار تلخیص بہجۃ الاسرار ص ۵۳- مکتبہ جام نور دہلی)

توضیح: -غوث اعظم امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے مسائل کی دلائل میں غور فرماتے- جب ان کے نزدیک کسی کی دلیل راجح ہوتی تو اس کے مطابق فتویٰ دیا کرتے- اور مجتہد فی المذہب کو فروعی مسائل میں کسی کی تقلید جائز نہیں- اس قول کا ایک دوسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اصول فقہ میں آپ کبھی امام احمد بن حنبل کے اصول پر عمل فرماتے- اور کبھی امام شافعی کے اصول پر- کیونکہ مجتہد فی المذہب کو اصول اجتہاد میں کسی مجتہد مطلق کی تقلید لازم ہے- ہاں یہ جائز ہے کہ کسی امام کے اصول اجتہاد ان کی نظر میں اپنے امام کے بہ نسبت راجح ہو تو اس پر عمل کرے- امام زرکشی نے ابن منیر کے حوالے سے مجتہد فی المذہب کے بارے میں لکھا- ﴿نعم، لا یمتنع علیہم تقدیم امام فی قاعدۃ- اذا ظہر لہ صحۃ مذہب غیر امامہ فی واقعۃ، لم یجز لہ ان یقلد امامہ﴾ (البحر المحیط ج ۶ ص ۲۸۴)

گمراہ متصوفین: -عصر حاضر میں گمراہ متصوفین کو کشف والہام سے کوئی علاقہ نہیں- بلکہ شیطانی وسوسوں کو یہ حضرات کشف یقین کر چکے ہیں- شریعت کی خود ساختہ تشریح ان کے یہاں کوئی عیب نہیں- اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ عوام اہلسنت نے بیعت کو اتنا اونچا مقام دیدیا ہے کہ اگر پیر گمراہ ہوگا تو اس کے ساتھ مریدین بھی گمراہ ہوں گے- اور مریدین کو یہی تعلیم دی جاتی ہے کہ پیر جو کچھ بولے، اس پر آمنا وصدقنا کہو اور مریدین کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ سنایا جاتا ہے جو قرآن مجید میں موجود ہے- حالانکہ یہ حکم بیعت سلوک (بیعت ارادت) کے لئے ہے- اس بیعت کے لئے خود پیر کا عارف باللہ اور واصل الی اللہ ہونا ضروری ہے- اور بیعت سے قبل بیعت کے متمنی کو تربیت باطن وتزکیہ نفس کے با مشقت مراحل کو عبور کرنا ہوتا ہے- آجکل جو بیعت رائج ہے، وہ بیعت برکت ہے، بیعت سلوک نہیں- بیعت برکت سنت ہے- فرض یا واجب نہیں- اس کے لئے اپنے ایمان کو تباہ کرنا انتہائی غیر مناسب اقدام ہے- اگر بیعت ہونا ہی ہے تو بہت سے عامل بالشرع مشائخ موجود ہیں- ان کے دامن سے وابستہ ہو کر اپنے دامن مراد کو خیرات وحسنات کا گنجینہ بنالیں- اور اگر کسی شیخ پر دل جمعی نہ ہو تو اپنا انتساب حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی جانب کریں۔

مقولہ مشہورہ:- عہد حاضر میں یہ مقولہ بہت مشہور ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں، اس کا پیر شیطان ہے- واضح رہے کہ یہ حکم اس کے لئے ہے جو بلا شیخ اور بلا استاذ راہ سلوک طے کرنا چاہے- شیطان ایسے شخص کو راہ حق سے گمراہ کر دیتا ہے- عوام مسلمین اس حکم سے مستثنیٰ ہیں- رئیس العلماء والمحققین تاج الفقہاء والمحدثین امام احمد رضا خاں قادری نے ان تمام مسائل کی تفصیلات فتاویٰ افریقہ (ص ۱۱۷-۱۳۶) میں شرح وبسط کے ساتھ رقم فرمادیا ہے- جو تفصیل کا طلبگار ہو، فتاویٰ افریقہ کی طرف رجوع کرے- واللہ الہادی وہو المستعان

اقسام مرشد: -امام اہلسنت نے مرشد کی دو قسم

بتایا-مرشد عام اور مرشد خاص-مرشد عام قرآن مجید، احادیث نبویہ،کلمات ائمہ واقوال علماء ہیں-اور مرشد خاص شیخ برکت وشیخ سلوک ہیں جو شیخ اتصال وشیخ ایصال کہلاتے ہیں (فتاویٰ افریقہ ص۱۲۳)-آپ نے تحریر فرمایا کہ کوئی بھی سنی بے پیرا نہیں-اگر کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت نہ بھی ہو تو قرآن وحدیث واقوال ائمہ مجتہدین وفرامین علماء دین اس کے لئے پیر کے مماثل ہیں (فتاویٰ افریقہ ص۱۳۰،ص۱۲۸)

قول غوث اعظم رضی اللہ عنہ:-امام اہلسنت نے تحریر فرمایا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جو مومن اپنی نسبت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف کرے ،وہ ان کے مریدین میں سے ہیں-آپ نے رقم فرمایا-"امام یکتا سیدی ابوالحسن نورالملۃ والدین علی قدس سرہ ﴿بہجۃ الاسرار شریف﴾ میں فرماتے ہیں-حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی-اگر کوئی شخص حضور کا نام لیوا ہوا اور اس نے نہ حضور کے دست مبارک پر بیعت کی ہو، نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو-کیا وہ حضور کے مریدوں میں شمار ہوگا؟ (حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا) ﴿**من انتمیٰ اِلَیَّ وتسمّٰی لی،قَبِلَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَتَابَ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ عَلٰی سَبِيْلٍ مَكْرُوْهٍ-وَهُوَمِنْ جُمْلَةِ اَصْحَابِیْ-وَان ربی عزوجل وعدنی ان یدخل اصحابی واھل مذھبی وکل محبی الجنة**﴾ ج واپنے آپ کو میری طرف نسبت کرے اور اپنا نام میرے غلاموں کے دفتر میں شامل کرے ،اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے گا-اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو اسے توبہ دے گا-اور وہ میرے مریدوں کے زمرے میں ہے اور بیشک میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مریدوں اور ہم مذہبوں اور میرے چاہنے والے کو جنت میں داخل فرمائے گا-والحمدللہ رب العلمین (فتاویٰ افریقہ ص۱۲۶)

درود شریف کی کثرت:-پیر کامل سے متعلق امام اہلسنت رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔

سوال:- جس حالت میں پیر کامل میسر نہ ہو تو طالب خدا کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب:- درود شریف کی کثرت کرے یہاں تک کہ درود کے رنگ میں رنگ جائے-واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج۲۶ص۵۷۴-جامعہ نظامیہ لاہور)

اقــــول:- جو میرے حبیب محتشم ﷺ سے رشتہ جوڑا،اس کا بیڑا پار ہے-ہم رسول اللہ کے، جنت رسول اللہ کی ﷺ-ارشاد ربانی ہے ﴿**وَلَوْاَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآ ؤُوْكَ**﴾ (سورۃ النساء - ۶۴)

یہ آستان یار ہے صحن حرم نہیں
جو رکھ دیا ہے سر تو اٹھانا نہ چاہئے

(باقی صفحہ ۳۵ کا)

حضرت ثابت بنانی ان خوش نصیب اولیاء میں سے ہیں جو کہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور قرآن کی تلاوت بھی فرماتے ہیں اور راوی نے اپنی روایت کردہ حدیث کو ثابت کر دیا ہے۔

پیش کردہ قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام اور اولیاء عظام اپنے جسم اقدس اور روح مبارک کے ساتھ وصال ظاہری کے بعد زندہ ہیں اور فرماتے ہیں اور زمین وآسمان میں جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں۔اور بعد وصال ہماری آنکھوں سے اس طرح پوشیدہ ہیں جیسے فرشتے اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہونے کے باوجود ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ ع

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
پھر اس آن کے بعد ان کی حیات مثل سابق وہی جسمانی ہے

مولانا رفیق الہدوی النظامی کولاری، کرناٹک

قصیدۂ بردہ شریف اور ادریس ندوی کی کج فہمی

سرورکونین ﷺ کی ذات ستودہ صفات مسلمانوں کیلئے مرکز ایمان اور محور قلزم عشق ہے کیونکہ جب آپ کی ذات بابرکات شکم مادر میں جلوہ بار ہوئی تو گلشن روحانیت میں بہار جاں افزا آئی۔ عشق واردات کی ہوائے فرحت بخش چلی آئی گلشن دنیا کے پھول ایسے مہکے کہ ان کی دلآویز خوشبو سے مشام عالم معطر ومعنبر ہوگیا صحرائے عرب جو صدیوں سے بنجر زمین تھی اس میں صلاح وفلاح کے پھول کھلے بحر عرب جیسے سیاہ سمندر سے نور وہدایت کا آفتاب طلوع ہوا اور اس تاریک عالم کو اپنی ضوفشانیوں سے درخشاں کردیا اس دلدل جہالت سے خوشبوؤں کا سرچشمہ پھوٹا آپ ﷺ نے اخوت اور بھائی چارگی کے پھول ہر خانہء دل میں کھلائے اور برائیوں کا تعفن مٹایا۔ ہرزمانے میں اس ذات پرانوار کی تعریف ومدح سرائی میں لاکھوصفحات سیاہ کئے گئے لیکن پھر بھی آپ ﷺ کی روشن زندگی کا ایک پہلو بھی محیط نا ہوسکا۔

ع یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیان ہوا وہ آغاز باب تھا

آخرگردش ایام نے ان گستاخ رسول ﷺ کو بھی جنم دیا جنہوں نے اپنی شقاوت قلبی کی وجہ سے اس ذات اطہر کے متعلق پتانہیں کیا کیا اناپ شناپ بک گئے چودہ سوسال سے آج تک نہ جانے کتنے افترا کذب بیانی توہم پرستی اور گستاخئی رسول ﷺ کی نہج پر کتنے ایسے تواریخ مرتسم ہوئی جنکا وجود ارض ہستی پر تو مشکل فضاؤں پر بھی تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اس مضمون کے ذریعے اس بدنام زمانہ مولوی ادریس ندوی خبیث کی خباثت نفسی اور شقاوت قلبی بیان کرنا مقصود ہے۔ قصیدۂ بردہ شریف کے متعلق کچھ عرض وبیاں سے پہلے یہ احساس دامن گیر ہوا مجھ جیسے کم سوادٔ بے مایۂ شکستہ قلم، رولیدہ بیان سے کب ممکن ہے۔ جو بھی اس صفحے قرطاس پر خامہ فرسائی کررہا ہوں سمجھئے کہ میرے ٹوٹے پھوٹے خیالات کو یکجا کررہاہوں کیونکہ قصیدۂ بردہ شریف وہ جام نور ہے جس نے لاکھوں گمراہ دلوں کو عشق رسول ﷺ کا مدینہ بنایا جس نے عقیدہ اور عمل کی تیرگی کا خاتمہ کیا۔ گم گشتگان راہ ہدایت کی رہنمائی کی۔ اس مضمون کا مقصد قصیدۂ بردہ شریف کی روایتی حفاظت ونگہداشت ہے اور بادۂ سموم کے تیز تھپیڑوں سے اس کی قدرتی شادابی کی حفاظت ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بادۂ سموم کا کوئی زوردار تھپیڑا اس کی رعنائی ودلکشی اور دلفریبی کو خاک میں ملادے۔ مجھے یقین ہے اس کی رعنائی رہتی دنیا تک ختم نہیں ہوسکتی ختم تو دور اسکی روشنی ماند بھی نہیں پڑسکتی جو اس پرواہی تباہی اور زٹلیں بکیں آخر بکتے بکتے تھک کر بیٹھ جائیگا کچھ ہونے والا نہیں کیونکہ قصیدۂ بردہ شریف وہ ہے۔

ع مٹتے نہیں ہے دہر میں جن کی نشاں کبھی

برسرے مطلب آمدم یہ کہنا چاہونگا کہ پہلے خبیث ادریس ندوی جس کا دل بغض وعداوت رسول ﷺ سے بھرا ہے اسکا اعتراض بھی سن لیجئے وہ کہتا ہے۔ **من شعراء القرن السابع الهجری وعرف بمدائحه النبوية قد اتخذها الشعراء مثلا لهم يحتذونه فی مدائحهم النبوية الی عصرنا هذا ولا بد من التنبيه الی ان بعض قصائد البوصيری تحتوی علی مبالغات لا تجوز شرعا بل اعتقادها شرك وكفر بالله مثل ما قال فی مدح النبی الكريم ﷺ فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم فجعل الدنيا والآخرة من جوده بانه يعلم ما فی اللوح والمحفوظ وكل ذلك كفر صريح ۔ (البعث الاسلامی ملامح اسلامية فی شعر شوقی محمد نعمة الله ادريس الندوی المجلد الخمسون)**

خلاصۂ کلام ندوی کہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض قصائد مبالغہ پر مشتمل ہے ایسا مبالغہ جسے شریعت اجازت نہیں دیتی بلکہ اس کا اعتقاد شرک وکفر ہے جیسے کے نبی کریم ﷺ کی تعریف

کرتے ہوئے بوصیری نے کہا۔فان من جودک۔ یہ تمام باتیں جو اس شعر میں بتائی گئی ہیں کفر صریح ہے۔سنا آپ نے جس قصیدے کو بارگاہ رسالت کو قبولیت حاصل ہے اس قصیدے کے متعلق ندوی کہتا ہے کہ اس میں کفروشرک ہے جو علماء متقدمین کو سمجھ میں نہیں آئی وہ باتیں ندوی کے کوتاہ فہم میں سا گئی۔قصیدے بردہ شریف وہ مشہور زمانہ قصیدہ ہے جس کو چوٹی کے علماء کرام کی خدمات حاصل ہیں ہم ان اکابرامت کا اسمائے گرامی بتانا چاہتے ہیں جنہوں نے قصیدہ بردہ شریف کی شرحیں لکھیں۔

اسمائے علماء کرام شروحات کے نام

۱)حافظ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۹۲۳) **الانوار المضية فی شرح الكواكب الدرية**

۲) حافظ نورالدین ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۰۱۴) **الزبدة فی شرح البردة**

۳)حافظ محمد علی بن علان صدیقی مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔

(متوفی ۱۰۵۷)**الذخر والعدة فی شرح البردة**

۴)حافظ خاتمۃ المحققین احمد بن حجر مکی ہیتمی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۹۷۳) **العمدة فی شرح البردة**

۵)علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۳۵۰) **شرح بردة المديح**

۶) شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعیؒ (متوفی ۹۲۶)

الزبدة الرائقة فی شرح البردة الفائقة

۷)علامہ ابراہیم الباجوری الازہری رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۲۷۶) **شرح الباجوری علی بردة البوصيری**

۸)حافظ طاہر بن عاشور المالکی رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۲۸۴) **البلسم المريح فی شفاء القلب الجريح**

۹)محمد بن عبداللہ بن مرزوق مالکی مغربیؒ (متوفی ۷۸۱)

شرح البرده

۱۰)علامہ عمر بن احمد الخربوتی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۲۹۹) **عصيدة الشهدة شرح قصيدة البردة**

۱۱)محدث علامہ عید عبداللہ الحسینی رحمۃ اللہ علیہ

الشرح الفريد فی بردة النبی الحبيب ﷺ

۱۲)علامہ شاکر بن بلقاسم روانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

رحيق الوردة بشرح البردة

۱۳)علامہ محمد بن احمد الشیر ازی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۰۱۶) **شرح الشيرازی علی البردة**

۱۴)علامہ عبدالنبی احمد بن عماد بن یوسف اقفہسی شافعی قاہری (المتوفی ۸۰۸) **شرح القاهری علی البردة البوصيری**

۱۵)علامہ سعید بن سلیمان کرامی سملالی مالکی

(المتوفی ۸۹۹)**شرح الكرامی علی البردة**

اس کے علاوہ علماء متقدمین ومتاخرین نے بردہ شریف کی متعدد شروحات لکھیں جن جن شروحات کا اس فقیر نے ذکر کیا الحمدللہ تمام شروحات اس فقیر کے پاس موجود ہیں اب یہاں چند اکابرامت کے تأثرات نقل کئے جارہے ہیں جن سے قصیدۂ بردہ شریف کی اہمیت وافادیت آشکارہ ہوجائیگی علامہ ابن ہجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **وقصيدته البردة زهراء غراء يتبرك بها الناس و فيها شفاء لامراضهم (العمدة شرح البردة ص ۴۱)** علامہ ملاعلی القاری الحنفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں **وهی مجربة عند طلب الحاجات و نزول المهمات وقد سنح لخاطر افقر عباد الله الغنی الباری علی بن سلطان محمد الهروی القاری ان اخدم هذه القصيدة المباركة الميمونة المرضية رجاء لشفاء الامراض الظاهرية و الباطنية من الاخلاق الدينية و ابتغی لخلقه العافية السائرة للذنوب القولية والفعلية بوضع شرح لطيف (الزبدةفی شرح البردة ص ۲)** علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں **هذه القصيدة مجربة لقضاء الحاجات و نزول المهمات و تفريج الكربات وقد صارت وردا للصالحين المحبين لسيد المرسلين صلى الله عليه**

وسلم فى اكثر البلاد الاسلامية يقرئونها فى كثير من الاوقات و لا سيما ليلة الجمعة و يحفظونها اولادهم و يدربونهم على قرآئتها من الصغر فحصل لهم بذلك من الفوائد الدينية و الدنيوية شئ كثير ولها خواص و فوائد كثيرة ذكرها شراحها (شرح بردة المديح ص ۱) شیخ ابراہیم الباجوری فقیہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں وهذه القصيدة الزهراء والمديحة الغراء بركاتها كثيرة ولا يزال الناس يتبركون فى اقطار الارض (شرح الباجورى على بردة البوصيرى ص ۳-٤) حافظ طاہر بن عاشور مالکی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں وان تلاوتها تؤمن الخائف و تزيل الهموم و تفرج الكروب وان المكان الذى تتلى فيه تنزل فيه الرحمة والبركة (البلسم المريح ص ٦)

ان تمام تأثرات کا خلاصہ یہ ہے کہ قصیدۂ بردہ کا پڑھنا باعث برکت دافع بلیات سبب نزول رحمت ہے اکثر صوفیاء ومشائخ نے مریدین ومعتقدین اور متوسلین کو قصیدۂ بردہ وردا وظیفتا پڑھنے کی تلقین کرتے ہیں کسی نے قصیدۂ بردہ کے خلاف ایک حرف بھی نہیں لکھا لیکن صد ہیف حسرت سے یہ لکھنا پڑھ رہا ہے کہ ادریس ندوی نے قصیدۂ بردہ کو شرک وکفر کہہ کر اپنا نام جہنمیوں میں درج کروالیا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں اگر ادریس ندوی نے قصیدۂ بردہ شریف کو غیر اللہ سے مدد مانگنے اور رسول اللہ کو شفیع جاننے کی وجہ سے شرک وکفر کہا تو ادریس ندوی کے پیشوا حکیم امت (مریض ملت) مولوی اشرف علی تھانوی کو مشرک وکافر کہنا چاہئے کیونکہ تھانوی نے بھی غیر اللہ سے مدد مانگی ہے جو تمہارے یہاں اقبح الشرک وکفر ہے تھانوی کا کلام ملاحظہ ہو۔

يا شفيع العباد خذ بيدى
انت فى الاضطرار معتمدى
ليس لى ملجأ سواك انت
مسنى الضرسيدى سندى
غشنى الدهر يا ابن عبد الله
كن مغيثا فانت لى مددى

ترجمہ:

دستگیری کیجئے میرے نبی — کشمکش میں تم ہی ہو میرے نبی
جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ — فوج کلفت مجھ پہ آ غالب ہوئی
ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف — اے میرے مولا خبر لیجے میری

(نشر الطيب فى ذكر النبى الحبيب ص ۱۹٤)

اور قاسم نانوتوی بھی ادریس ندوی کے فتوے کے زد میں آجائیگا قاسم نانوتوی کہتا ہے۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمی ص۸)

جس چیز کو ادریس ندوی شرک وکفر کہتا ہے اسی کو مولوی شبیر احمد عثمانی (سابق استاد دار العلوم دیوبند) جائز کہتا ہے عثمانی ایاک نعبد کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے ہاں اگر کسی مقبول بندے کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کریں تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے (تفسیر عثمانی ص۲) جس شعر کی وجہ سے قصیدۂ بردہ کو ندوی نے کفر صریح کہا اسی کے معنے میں قاسم نانوتوی کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی
بجا ہے کہئے اگر تم کو مبدأ الآثار

(فضائل اعمال فضائل درود شریف ص۱۲۴)

یہ قصیدۂ بردہ خود تبلیغی جماعت کے نصاب میں بھی داخل ہے جیسے کہ مولوی الیاس کاندھلوی کہتا ہے کہ قصیدۂ بردہ ہمارے یہاں نصاب علماء داخل ہے مگر ادبیت کے لحاظ سے نہیں بلکہ رقت قلب اور زیادت محبت نبویہ کے لئے داخل کیا گیا ہے (ملفوظات مولانا الیاس ص۶۰) اگر ادریس ندوی کے مطابق قصیدۂ بردہ شرک وکفریات کا سنگھم ہو تو نتیجہ یہ ہوا کہ مولوی الیاس

Page 46

کاندھلوی جس کو دیابنہ داعی الی التوحید کہتے ہیں خود شرک وکفر پھیلا رہا ہے۔ اگر قصیدۂ بردہ کو محض فان من جودک الدنیا کی وجہ سے شرک وکفر کہیں تو قاسم نانوتوی کے قصیدۂ بہاریہ کو بھی شرک وکفر قرار دینا ہوگا کیوں کہ جابجا قاسم نانوتوی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت و استمداد کی ہے جو ندوی کے نقطۂ نظر سے کفر وشرک ہے تو امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام و بہتان عظیم لگا کر ندوی کے ہاتھ کیا آیا؟ اس سے ایک دوسری بات بھی عیاں ہے کہ عرب سلفیوں کو خوش کرنے کیلئے زور قلم کے سہارے سے ندوی حضرات ماہنامہ البعث الاسلامی (جو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے) میں اکابرین امت پر طعنہ زنی اور کفر و شرک کا لیبل لگاتے ہیں۔ تمام اہل سنن کو عموماً علماء اہل سنت کو خصوصاً یہ دعوت فکر دینا چاہتا ہوں کہ وہ ندوی مولویوں کی کتابیں مطالعہ کرتے وقت غور وفکر کے ساتھ بنظر عمیق مطالعہ کریں مبادا یوں نہ ہو کی عربی ادب کے موشگافیوں میں الجھ کر ان گمراہان دین کی محبت دل میں بس جائیں اور انکی کفریات وخرافات پر پردہ پڑھ جائیں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں زیر تعلیم طلبہ سے بھی میری مخلصانہ اپیل ہے کہ وہ ہمیشہ اس حدیث کو مدنظر رکھیں **ھذا العلم دین فانظروا عمن تأخذون دینکم (صحیح مسلم باب ان الاسناد من الدین حدیث نمبر ٢٦)**

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ سے دعا گو ہوں کہ ہمیں حق سمجھنے اور حق پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے اور تا حیات دین وسنیت کی خدمت کا جذبے سے مالا مال فرمائے اور مسلک اعلی حضرتؒ پر قائم ودائم رہنے کی توفیق سے نوازے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

نوٹ : قصیدۂ بردہ شریف پر کئے گئے بیجا اعتراضات کا مدلل ومبرہن جوابات جاننے کیلئے علامہ عبداللہ بن ابوبکر سالم شافعی رضی اللہ عنہ کی تصنیف لطیف **فك العقدة عن اشكالات البردة**، علامہ شاکر بن بلقاسم روانی مدظلہ النورانی کی معرکۃ الاراء کتاب **انحلال العقدة فی الرد علی منتقدی البردة** اورعلامہ داود بن سلیمان خالدی نقشبندی شافعی حفظہ اللہ من نوائب الدہر کی مایہ ناز تالیف **نحت حدید الباطل وبردہ بادلة الحق الذابة عن صاحب البردة** مطالعہ کریں۔ اردو زبان میں اس فقیر نے قصیدۂ بردہ شریف پر کئے جانے والے اعتراضات کا مدلل ومبرھن جواب بنام " قصیدۂ بردہ ایک تحقیقی جائزہ" تیار کیا ہے جو مخیرّ حضرات نفع عام کیلئے طبع کرنا چاہتے ہیں اس فقیر سے رابطہ قائم کریں۔

☆☆☆☆☆

خواب

’’عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَارَا اَحَدُکُمُ الرُّوْیَا یَکْرَھُهَا فَلْیَبْصُقْ عَنْ یَّسَارِهٖ ثَلٰثًا وَلْیَتَحَوَّلْ عَنْ جَنْبِهِ الَّذِیْ کَنَ عَلَیْهِ.‘‘

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی برا خواب دیکھے تو اس کو چاہیے کہ بائیں جانب تین بار تھوک دے اور تین بار شیطان سے خدائے تعالیٰ کی پناہ مانگے اور جس کروٹ پر پہلے تھا اسے بدل دے۔ (مسلم شریف)

از: عطاء الرحمٰن نوری، مالیگاؤں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اکیسوی صدی کے سب سے بڑے سماج سدھارک

بدعات ومنکرات کے سدباب کیلئے مجدد اسلام امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کا جہاد

ایک صالح ، پاکیزہ اسلامی معاشرہ کی تشکیل کیلئے بدعات ومنکرات، خرافات وفضولیات اورلغویات کی نشاندہی اور اُن کے تدارک کیلئے موثر کوششوں کی اشد ضرورت ہوتی ہے ۔ علماو اساتذہ، مفکرین ومدبرین اورارباب اقتدار کو اس کیلئے منظم فکری، قلمی ،لسانی کوششیں کرنی چاہئیں۔امام احمد رضاخان نے معاشرہ میں پھیلے ہوئے منکرات وبدعات کے خلاف بھر پور قلم کی تلوار اُٹھائی اورخرافات کی بیخ کنی فرمائی۔سراج احمد القادری (۱۹۹۲ء) ریسرچ سکالر یونیورسٹی آف کانپور، بھارت لکھتے ہیں:’’اسلامی معاشرے کے متعلق آپ نے کیا کارنامہ انجام دیاہےاورکس طرح سے اسلامی معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنے کی سعی پیہم کی ہے جس کا اندازہ آنے والے (درج ذیل) حوالوں سے کیا جاسکتا ہے اس طرح اسلامی معاشرے کی اِصلاح کا تصور کسی دوسرے کے یہاں نہیں ملتا اگر امام احمد رضا بریلوی کو اس صدی کا سب سے بڑا سماج سدھارک کہا جائے تو غیر مناسب نہ ہوگا ۔‘‘امام احمد رضا خان بریلوی’’الاجازۃ الرضویہ ۳۷،۳۸ قلمی‘‘ میں اپنی زندگی کی غرض بتاتے ہوئے خود لکھتے ہیں کہ’’مجھے تین کاموں سے دلچسپی ہےاوران کی لگن بھی مجھے عطا کی گئی ہے :۔(۱) تحفظ ناموسِ رسالت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصّلوٰۃ والسلام کی حمایت کرنا۔(۲) بدعتیوں کی بیخ کنی جو دین کے دعویدار ہیں حالانکہ مفسد ہیں ۔ (۳)حسب ِاستطاعت اورواضح مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی‘‘۔یہاں غرض نمبر(۲) کے تحت آپ کا کردار ملاحظہ ہو۔

بزرگوں کے اعراس میں افعال شنعیہ: عرض حضور بزر گان دین کے اعراس میں جو افعالِ ناجائز ہوتے ہیں اُن سے ان حضرات کو تکلیف ہوتی ہے؟ارشاد:’’بلاشبہ اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات نے بھی توجہ کم فرمادی ورنہ پہلے جس قدر فیوض ہوتے تھے وہ اب کہاں‘‘۔

مزارات پرعورتوں کی حاضری: حضور اجمیر شریف میں خواجہ صاحب کے مزار پر عورتوں کا جانا جائز ہے یانہیں؟جواب :’’غنیۃ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اُس عورت پرلعنت کس قدر ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اورکس قدر صاحب قبر کی جانب سے۔جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہےلعنت شروع ہوجاتی ہےاورجب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں سوائے روضۂ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب الواجبات ہے قرآن عظیم نے اُسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا ہے۔‘‘

طواف قبراور بوسہ: ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا خان فرماتے ہیں: بلاشبہ غیر کعبہ معظّمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہےاورغیر خدا کوسجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے بوسۂ قبر میں علماء کو اختلاف ہےاوراحوط منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیائے کرام۔ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے۔

آداب زیارت روضۂ انور صلی اللہ علیہ وسلّم: ’’خبردار! جالی شریف کو بوسہ دینے یاہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلے سے زیادہ قریب نہ جاؤ یہ اُن کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلایا اپنے مواجہ اقدس میں جگہ بخشی۔اُن کی نگاہ کریم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی اب خصوصیت اوراس درجہ کے ساتھ ہے۔‘‘’’زیارت روضۂ انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے وقت نہ دیوارِ کریم کو ہاتھ لگائے نہ چومے۔نہ اُس سے چمٹے نہ طواف کرے نہ زمین چومے کہ یہ سب بدعت قبیحہ ہیں۔بوسہ میں

اختلاف ہے اور چومنا چٹنا اس کے مثل اور احوط منع اور علت خلافِ ادب ہونا شرح لباب میں ہے"۔

سجدہ مزار: رہا مزار کو سجدہ تو وہ قطعی حرام ہے تو زائر جاہلوں کے فعل سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ علماء باعمل کی پیروی کرے۔

فاتحہ کی چیز سامنے رکھنا: کسی نے فاتحہ کی چیز کو سامنے رکھ کر ہی فاتحہ کرنے کو ضروریات دین میں سے سمجھا کہ اُس کے بغیر فاتحہ درست نہیں یہ شریعت مطہرہ پر افترا ہے۔ایسے شخص کیلئے توبہ لازم ہے اسلئے کہ سامنے ہو یا سامنے موجود نہ ہو، ہر حال میں فاتحہ درست اور جائز ہے۔

مزارات پر فاتحہ کی صحیح تعلیم: امام احمد رضا خان مزارات پر فاتحہ کی یوں تعلیم دیتے ہیں: "مزارات شریفہ پر حاضر ہونے میں پائنتی کی طرف سے جائے اور کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ پر مواجہہ میں کھڑا ہوا اور متوسط آواز میں با ادب سلام کرے !السلام علیکم یا سیدی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ پھر درودِ غوثیہ تین بار، تین بار الحمد شریف، تین بار آیۃ الکرسی، ایک بار سورۂ اخلاص، سات بار پھر درودِ غوثیہ اور وقت فرصت دے تو سورۂ یٰسین اور سورۂ ملک بھی پڑھ کر اللہ عزّ وجل سے دُعا کرے کہ الٰہی اِس قراءت پر مجھے اتنا ثواب دے جو تیرے کرم کے قابل ہے۔نہ اتنا جو میرے عمل کے قابل ہے اور اسے میری طرف سے اس بندۂ مقبول کو نذر پہنچا۔ پھر اپنا جو مطلب جائز شرعی ہو اُس کیلئے دُعا کرے اور صاحب مزار کی روح کو اللہ عزّ وجل کی بارگاہ میں اپنا وسیلہ قرار دے پھر اسی طرح سلام کر کے واپس آئے۔ مزار کو ہاتھ نہ لگائے۔نہ بوسہ دے اور طواف بالاتفاق ناجائز ہے۔اور سجدہ حرام۔"

بچوں کے سر پر اولیاء کے نام کی چوٹی رکھنا: اور اگر وہ مقصود جو بعض جاہل عورتوں میں دستور ہے کہ بچے کے سر پر بعض اولیائے کرام کے نام کی چوٹی رکھتی ہیں اور اس کی کچھ معیاد مقرر کرتی ہیں اس معیاد تک کتنے ہی بار بچے کا سر منڈے وہ چوٹی بر قرار رکھتی ہیں پھر معیاد گزار کر مزار پر لے جاتی ہیں وہاں بال اُتارتی ہیں تو یہ ضرور محض بے اصل وبدعت ہے۔

پیر سے پردہ: عرض: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اِس مسئلہ میں کہ پیر سے پردہ ہے یا نہیں؟ ایک بزرگ عورتوں سے بغیر حجاب کے حلقہ کراتے ہیں اور حلقہ کے بیچ میں بزرگ صاحب بیٹھتے ہیں توجہ ایسی دیتے ہیں عورتیں بے ہوش ہو جاتی ہیں اچھلتی کودتی ہیں اور اُن کی آواز مکان سے باہر سنائی دیتی ہے ایسا بیعت ہونا کیسا ہے؟ الجواب: پیر سے پردہ واجب ہے جبکہ محرم نہ ہو، یہ صورت محض خلافِ شرع وخلافِ حیاء ہے ایسے پیر سے بیعت نہ چاہیے۔

اُستاد سے لڑکی کا پردہ: لڑکی کا پردہ اُستاد سے بعد بلوغ ہونا چاہیے یا قبل بلوغ بھی؟ اس سوال کے جواب میں امام صاحب اپنی یہ رائے پیش کرتے ہیں: "(رہا) پردہ اُس میں اُستاد وغیر استاد، عالم وغیر عالم، پیر سب برابر ہیں نو (۹) برس سے کم کی لڑکی کو پردہ کی حاجت نہیں اور جب پندرہ (۱۵) برس کی ہو سب غیر محارم سے پردہ واجب اور نو (۹) سے پندرہ (۱۵) سال تک اگر آثار بلوغ ظاہر ہوں تو واجب اور نہ ظاہر ہوں تو مستحب خصوصاً بارہ (۱۲) برس کے بعد بہت موکد کہ یہ زمانہ قرب بلوغ وکمال اشتہا کا ہے ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل نسال اللہ العفووالعافیۃ واللہ تعالٰی اعلم" (بحوالہ: فتاویٰ رضویہ جلد دہم)

خیرات کی چیزیں اوپر سے پھینکنا: امام احمد رضا خان چھتوں اور کوٹھوں پر سے روٹی بسکٹ وغیرہ پھینکنے اور آبخوروں میں سے شربت کی لوٹ مچانے کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: "یہ خیرات تو نہیں شرودِ سیّات ہے نہ ارادہ وجہ اللہ کی یہ صورت ہے بلکہ دکھاوے کی اور حرام ہے اور رزق کی بے ادبی اور شربت کا ضائع کرنا گناہ ہے۔" (ماخوذ: یادگار رضا)

☆☆☆

نتیجۂ فکر: انصاری محمد عبید ذیشانؔ

تو کتاب عشق کا عنوان ہے احمد رضا

اہلِ سنّت پر ترا احسان ہے احمد رضا
امّت ِ سرکار کی تو شان ہے احمد رضا

دین وملت کی حفاظت عمر بھر کرتا رہا
سنّیوں کی اس لئے پہچان ہے احمد رضا

"بو حنیفہ" کا ہے تو اک آئینہء باکمال
حنفیوں کے تو دلوں کی جان ہے احمد رضا

"غوث""و"خواجہ" کا حسیں انعام ہے" احمد رضا"
علم وفن کا باخدا بستان ہے احمد رضا

علم دینی ہو کہ عصری تیرا ثانی ہی نہیں
واقعی تو مرد ہر میدان ہے احمد رضا

مسکراتا فیض برساتا رہا تو ہند میں
تو خدا کی خوبصورت دان ہے احمد رضا

سب کے دل پر راج کرتا اک چمکتا چاند ہے
بے کسوں کا رہنما سلطان ہے احمد رضا

"کنزِ ایماں" آپکا فیضان ہے اس قوم پر
اہل ایماں پر ترا احسان ہے احمد رضا

کوئی بھی ثانی نہیں ہے نعت گوئی میں ترا
بے گماں تو ہند کا "حسّان" ہے احمد رضا

شمع دین مصطفیٰ ہے تو سراپا باصفا
سنّیوں کا کوکب لمعان ہے احمد رضا

علم وفن کا باخدا بستان ہے احمد رضا
باطلوں پر دھاڑتا دھتکارتا ضرغام ہے

"نجدیوں" پر برق سا طوفان ہے احمد رضا
دشمنوں پر دھاڑتا تو ضیغم اسلام ہے

تو کتاب عشق کا عنوان ہے احمد رضا
زندگی بے رنگ ہے بے کیف ہے تیرے سوا

ہے یقیں "ذیشانؔ" کو یہ چاہے دشمن کچھ کریں
سنّیت کا پاسباں ہر آن ہے احمد رضا